امام المناظرین مفسرِ قرآن

حضرت علامہ مولانا صوفی محمد اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ادارہ اشاعت العلوم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

وَ عَلٰى آلِكَ وَ اَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ

نام کتاب: کاشف کتیب الثعلب فی ایمان ابی طالب

مصنف: امام المناظرین حضرت علامہ مولانا
صوفی محمد اللہ دتا نقشبندی، قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تعداد: ایک ہزار

تاریخ اشاعت: شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ
مطابق جون ۲۰۱۳ء

شرف اشاعت: ادارہ اشاعت العلوم وسن پورہ لاہور

ہدیہ:

ادارہ اشاعت العلوم

جامع مسجد صوفی صاحب والی وسن پورہ، لاہور

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن

پیش لفظ

اے میرے سنی بھائیو!

اپنے نبی رؤف رحیم رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان خوب ذہن نشین کرلو۔ انشاء اللہ العزیز اس پرفتن دور میں گمراہی سے بچنے کے لئے کافی و وافی ہوگا۔

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۸)	آخری زمانہ میں کچھ جھوٹے اور دھوکے باز لوگ ہوں گے جو تمہیں ایسی باتیں کہیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے بزرگوں نے سنی ہوں گی، ان لوگوں سے بچنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اس حدیث شریف کی شرح میں سیدی الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

المراد بعدم السماع اخذ عدم	دکھنے سے مراد ہے کہ ان باتوں کا

ثبوتھا فی الدین ولکونھا بھتانا وافتراءً محضا ۔ لمعات جلد ا صفحہ ۲۲	دین میں کوئی ثبوت نہ ہوگا وہ صرف بہتان اور افتراء ہی ہوگا ۔

سوطلنے عزیزو ! ایمان ابی طالب کا مسئلہ بھی ان ہی باتوں میں سے ایک ہے جس کا دین میں کوئی ثبوت نہیں ۔ یہ صرف رافضیوں کا خود ساختہ عقیدہ ہے ۔ قرآن وحدیث ، ائمہ تفسیر ، محدثین ، حفاظ احادیث ، شارحین احادیث ، دیگر اکابر ائمہ اسلام میں سے کسی ایک کا بھی یہ عقیدہ نہیں ۔ البتہ آجکل کے بعض مدعیان تحقیق جو سلف وخلف سے نسبت تو کیا ان کی بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے بلکہ عربی عبارت پڑھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں ۔ یہ مسئلہ لکھ مارا ۔ فقیر حیران ہے کہ ان لوگوں نے مذہب حقہ اہل سنت کی مخالفت میں دین و دنیا کا کونسا فائدہ سمجھا ہے بہرحال کفر وایمان ابی طالب میں سے کسی ایک کو بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں کیونکہ اس مسئلہ کا ہمارے ایمان سے کوئی تعلق نہیں ۔ صرف اسلاف امت کی کتابوں میں جو کچھ بھی اس مسئلہ کے متعلق موجود ہے اس کا اظہار اور مولف ایمان ابی طالب کی فریب کاریوں کا انکشاف مقصود ہے ۔ ومن اللہ توفیق الصدق والصواب

خادم الشریعۃ المطہرۃ المحمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ واکمل السلام

محمد اللہ دتا

فہرست مضامین

مؤلف کی علمی قابلیت

ہر صاحبِ علم ۔ مؤلف کتاب ایمان ابی طالب کی علمی قابلیت کا اندازہ کتاب مذکورہ کے پہلے نام سے بخوبی کر سکتا ہے ۔ اس کتاب کا پہلا نام جو مشتہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے

"ابو اسد اللہ الغالب فی ایمان ابی طالب"

نور دو چشمہ صفحہ ۹۰
(صائم چشتی)

اس نام کے مشتہر کرنے کے بعد مؤلف صاحب کے کسی کرم فرما نے انہیں تنبیہ کی کہ جناب اس نام سے تو سراسر جہالت ٹپکتی ہے اہل علم لوگ کیا کہیں گے کہ شاید آپ کے حلقۂ احباب میں تمام جاہل ہی جاہل ہیں جو اس نام کی بھی اصلاح نہ کر سکے ۔ اس تنبیہ کے بعد مؤلف صاحب نے کتاب کا نام "ایمان ابی طالب" رکھا ۔

چور کی ڈاڑھی میں تنکا

مؤلف موصوف اپنی کتاب کے ابتدائی دو صفحوں میں خوب گڑگڑا کے روتے ہیں ۔ اوں اوں ۔ اوں میں رافضی نہیں ہوں ۔ لیکن مؤلف موصوف کے رفض پر ہم تین زبردست شاہد پیش کرتے ہیں ۔

شاہد ۱ : مؤلف صاحب نے اپنی کتاب بنام نوائے صائم صفحہ ۷۰ پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے منقبت کا طرح مصرعہ یوں تحریر فرمایا ہے ۔

"علی دا پہلا نمبر"

اہل سنت وجماعت میں سے ہر صاحبِ علم یہ جانتا ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی بھی حیثیت سے ایسی اولیت حاصل نہیں جو مقام مدح میں بیان ہو سکے ۔ ہاں یہ صرف رافضیوں کا

ہی عقیدہ ہے کہ وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اوّل مانتے ہیں یعنی باعتبار خلافت "علی دا پہلا نمبر" اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چوتھا نمبر" عقیدہ رکھنے والوں کو کافر کہتے ہیں" بھنگی، چرسی اور ملنگوں کا تو یہی دین و ایمان ہے اور آپ نے ان بھنگیوں کو اپنے جھگڑوں میں اس محبوب راگ کو الاپتے بارہا سنا ہوگا " دمادم مست قلندر علی دا پہلا نمبر"

رافضیوں کا کلمہ طیبہ ملاحظہ ہو

لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہٗ بلا فصل ۔

توضیح المسائل صفحہ ۲
(شیعی)

ملاں باقر مجلسی لکھتا ہے ۔

"بعضے بامامت آنحضرت بلا فاصلہ قائل نشدہ اند و کافر شدہ اند" ترجمۂ الصلوٰۃ بر حاشیہ جامع عباسی صفحہ ۲۸ (ترجمہ) بعض لوگ آنحضرت (یعنی علی المرتضیٰ ؑ) کو خلیفہ بلا فصل نہ مان کر کافر ہو گئے ۔ ثابت ہوا کہ " علی دا پہلا نمبر" کا عقیدہ رافضیوں کا ہی ہے اہل سنت کا ہرگز نہیں"

شاہد ۲ : مؤلف صاحب لکھتے ہیں ۔

"رہا ہمارا رافضی ہونا تو یہ محض معترضہ ہے ہم اس گالی کا جواب نہایت آسانی سے اپنے برعکس سوچنے والے کو ناصبی اور خارجی کہہ کر دے سکتے ہیں"

(ایمان ابی طالب صفحہ ۵ سطر ۹)

ہم کہتے ہیں کہ اگر مؤلف صاحب کے رفض پر کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو صرف یہی کافی ہے کہ وہ اہل سنت کو ناصبی کہتے ہیں ۔ اہل سنت حضرات اس گروہ کو رافضی کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دشمن ہیں اور رافضی کے لقب سے چڑ کر

اہل سنت کو ناصبی یا خارجی کہنا یہ رافضیوں کا ہی خاصہ ہے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مولف صاحب رافضی نہیں تو سنیوں کو ناصبی کیوں کہیں گے اور اگر سنیوں کو ناصبی کہیں گے تو یہ ان کے رافضی ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

شاہد ۳۔ مؤلف صاحب کی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے عداوت

کتاب " ایمان ابی طالب " پر تقاریظ مندرجہ ذیل حضرات نے تحریر فرمائی ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب

۲۔ قاری علی احمد صاحب زنگی ڈلہوری

۳۔ صاحبزادہ محمد اقبال احمد فاروقی لاہوری

۴۔ افتخار الحسن صاحب وائل پوری

۵۔ حامد وارثیؒ وائل پوری

۶۔ محمد عبد الغفور صاحب سندھیلیانوالی

ان مذکورہ بالا حضرات میں سے صاحبزادہ فیض الحسن صاحب اور حامد صاحب وارثی ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی تقریظ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف سے کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ باقی تین حضرات، صاحبزادہ محمد اقبال احمد فاروقی، افتخار الحسن صاحب مولوی عبد الغفور صاحب نے اپنی تقاریظ میں حمد وصلوٰۃ یوں تحریر فرمایا۔

۱۔ صاحب زادہ محمد اقبال احمد فاروقی	نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم	(ایمان ابی طالب صفحہ [illegible])
۲۔ مولوی افتخار الحسن صاحب	نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم	(" صفحہ [illegible])
۳۔ مولوی محمد عبد الغفور صاحب	نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم	(" صفحہ [illegible])
۴۔ مولف صاحب کی اپنی پہلی گذارش	نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم	(" صفحہ [illegible])

حمد وصلوٰۃ میں آل پاک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ندارد

مولف صاحب کی ذات گرامی تو خود ان کی اپنی نظر میں مشکوک ہے لہٰذا اگر انہوں نے صحابہ کو صلاۃ سے محروم رکھنے کے لئے آل پاک کو بھی محروم کر دیا تو کوئی افسوس نہیں۔ افتخار الحسن صاحب اور محمد عبد الغفور صاحب بھی مولف کے ہم نوا معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جناب صاحبزادہ محمد اقبال احمد فاروقی کی تحریر ہمارے لئے ایک معمہ کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ آپ ایک سچے اور پکے اہل سنت ہیں اور مسلک اہل سنت کا ایسا درد رکھنے والے ہیں جو اکثر علماء میں بھی نہیں پایا جاتا۔

" ایمان ابی طالب " کے مولف کو جب علم تھا کہ اہل سنت کے بعض یا اکثر لوگ مجھے رافضی سمجھتے ہیں تو ان کو چاہیے تھا کہ ہر بات میں اپنے آپ کو اہل سنت ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کرتے تاکہ کتاب کے مطالعہ کے بعد ہر صاحب عقل سلیم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا کہ مولف کی نسبت رافضی ہونے کا گمان صرف ایک گمان ہی تھا۔ جس کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔ لیکن اس کے خلاف مولف صاحب نے کتاب میں ایسی نازیبا اور انتہائی شرمناک حرکتیں کی ہیں جس سے اہل سنت ہونے کا ثبوت تو درکنار رافضیوں کے بھی گرو ثابت ہوتے ہیں۔

مولف صاحب کی رافضیوں والی بدترین حرکت

مولف نے پیر صاحب سیال شریف کے فتویٰ کا فوٹو دیا ہے۔ فتویٰ کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے اور مولف کا موید ہے یا مخالف، اس کی کل ان چند سطروں کے بعد ہم لکھیں گے یہاں صرف مولف کے رفض کا اظہار مقصود ہے سنیئے!۔

پیر صاحب نے اپنے فتویٰ میں چار مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا یوں ذکر کیا ہے۔

۱۔ الصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعٰلمین محمد والہ واصحابہ اجمعین

۲۔ رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم

۳۔ سیدنا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

۴۔ یا اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

مولف صاحب نے اول تو عربی متن ہی قطع برید کر کے لکھا ہے شاید یہ سمجھتے ہوئے کہ عربی کون پڑھتا ہے اور جب عربی متن کا ترجمہ کرنے بیٹھے تو مرض قلبی کو چھپا نہ سکیں ترجمہ میں چاروں مقام سے صحابہ کا ذکر اڑا دیا اور یہ ترجمہ جڑ دیا۔

ایک جگہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دو جگہ سے صلوٰۃ وسلام والی پوری عبارت ہی اڑا دی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ جب مفتی صاحب کی اصل عبارت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ذکر صلوٰۃ وسلام میں موجود ہے تو آل کا ذکر باقی رکھنا اور اصحاب کا ذکر اڑا دینا یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے ہے یا رافضیوں کی خوشنودی کے لئے یا بذات خود رافضی ہونے کا ثبوت۔

مؤلف کی جہالت اور پیر صاحب کا فتویٰ

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر مولف صاحب نے عربی زبان کی بین بھی کسی قابل انسان سے پڑھ لی ہوتی تو پیر صاحب کا فتویٰ کتاب میں کبھی درج نہ کرتے۔ لیکن مولف صاحب کی علمی قابلیت تو صرف سولہ دونی آٹھ ہے۔ جہالت کب چھپی رہتی ہے اور قابل داد تو یہ حرکت ہے کہ فتویٰ شریف کا اصل فوٹو بھی چھاپ دیا۔

پیر صاحب کا فتویٰ کا اصل عربی متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رحمۃ للعالمین محمد وآلہ ف

مؤلف کا نقل کردہ عربی متن

بسم اللہ شریف غائب

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رحمۃ للعالمین محمد وآلہ

واصحابہ اجمعین۔ امابعد فقد سئل منی بعض الاخلاء ان العقیدۃ المنعقدۃ فی نجات ابی طالب صحیحۃ ام غیر ذلک

اجیب ان ھذہ المسئلۃ مفروغۃ عنھا حیث صنف الکتب اجلۃ العلماء کثر اللہ امثالھم فی نجات ابی طالب مثلاً اسنی المطالب فی نجات ابی طالب وغیرہ۔

اما الروایات الدالۃ علیٰ خلاف ذالک فامثلہا ما روی قولہ اخترت النار علی العار حین قال لہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قل اشھد ان لا الٰہ الا اللہ فقال ذالک فاولاً ان ھذہ الروایۃ [illegible] التصدیق للتوحید والرسالۃ لانہ اعتقد ان من لم یقل مثل ذالک فلہ النار وھذا ھو الایمان لان الایمان تصدیق بالقلب۔ و ثانیاً ھذا القول ما کان آخر

اصحابہ اجمعین۔ اما بعد فقد سئل منی بعض الاخلاء ان العقیدۃ المتقدۃ فی نجات ابی طالب صحیحۃ ام غیر ذالک؟

اجیب ان ھذہ المسئلۃ مفروغۃ عنھا حیث صنف الکتب اجلۃ العلماء کثر اللہ امثالھم فی نجات ابی طالب مثلاً اسنی المطالب فی نجات ابی طالب وغیرہ۔

اما الروایات دالۃ علی خلاف ذلک فامثلہا ما روی قولہ اخترت النار علی العار حین قال لہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ [illegible] وسلم۔ لما کان مختاراً من عند اللہ تعالیٰ لم یترک لحظۃ ایشاء حتی الحصا والبہائم والحجارۃ فکیف یتصور انہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ما زکی قلبہ ولو لم صدرہ بالایمان [illegible] باقی الروایات نعدت

پیر صاحب سیال شریف کے فتویٰ کی عربی متن میں ہماری خط کشیدہ عبارت مولف نے اپنے نقل کردہ متن سے اڑادی ہے شاید یہ سمجھ کر کہ اصل عربی فوٹو کون پڑھے گا اور کون سمجھے گا جسے مولف صاحب خود بھی نہ پڑھ سکے اور نہ ہی سمجھ سکے۔ مولف نے عربی متن نقل کرنے میں کچھ ایسی فاحش غلطیاں کی ہیں جن سے ہر صاحب علم پر مولف صاحب اور آپ ثناخوانوں کی علمی قابلیت خوب واضح ہو جاتی ہے۔ ان غلطیوں پر ہم نے نمبر لگا دیے ہیں۔

پیر صاحب سیال شریف کے فتویٰ کا ترجمہ:-

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کے پالنے والا ہے۔ صلوٰۃ وسلام ہو اوپر رحمۃ للعالمین محمد اور آپ کی آل اور اصحاب پر۔

بعض دوستوں نے مجھ سے سوال کیا کہ نجات ابی طالب کا عقیدہ درست ہے یا نہیں۔ میرا جواب ہے کہ اس مسئلہ کی تحقیق سے فراغت ہو چکی ہے کیونکہ اہل علماء اللہ تعالیٰ ان کی کثرت رکھے نے نجات ابی طالب پر کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ "اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب" لیکن اس کے خلاف پر دلالت کرنیوالی روایات ہو ہیں ان میں سے زیادہ قوی وہ روایت ہے جس میں ابوطالب کا یہ قول ہے کہ میں اپنے عار کے مقابلہ میں جہنم کی آگ کو پسند کرتا ہوں۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ نے اس کو فرمایا تھا کہ اقرار کر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو ابوطالب نے یہ کہا میں عار کے مقابلہ نار کو اختیار کرتا ہوں۔ سو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت توحید و رسالت کی تصدیق پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ابوطالب کا عقیدہ ہے کہ جو کلمہ مبارک کا اقرار نہ کرے وہ ناری ہے اور یہی ایمان ہے کیونکہ ایمان تصدیق قلبی ہی کو کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ قول ابوطالب کی آخری بات نہیں۔ ممکن ہے کہ اس نے موت سے کچھ وقت پہلے کہی ہو (یعنی بعد میں کلمہ پڑھ لیا ہو) اور حق بات یہ ہے کہ

کلامہ یمکن انہ قال قبل اوان موتہ والحق ان سیدنا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم لما کان مختارا من عند اللہ تعالیٰ ان یزکی من یشاء و یرقی الایمان لمن یشاء حتی للحصاۃ و الاشجار و الاحجار فکیف یتصور منہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ

وسلم ما زکی قلب عمہ و نصرہ بالایمان۔ اما ما ذکر من الروایات فسندہ غیر موثق لمن تتبع الاسانید والله ورسولہ اعلم۔

محمد قمر الدین السیالوی

ایمان ابی طالب ص۳۲

موثق لمن تتبع الاسانید والله و رسولہ اعلم۔

ایمان ابی طالب ص۳۲

ہمارے سردار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختار ہیں جسے چاہیں پاک کریں اور ایمان عطا فرمائیں۔ یہاں تک کے کنکریوں، چوپایوں اور پتھروں تک۔ پس یہ بات تصور میں نہیں آسکتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے چچا کو دل پاک نہ کیا ہو اور اُسے ایمان سے منوّر نہ کیا ہو۔ اس کے علاوہ روایات پختہ نہیں ہیں۔ یہ بات اسانید احادیث کو دیکھنے والے پر ثابت ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

مولف صاحب کا کیا ہوا ترجمہ ملاحظہ ہو

ہم سے ہمارے چند احباب نے پوچھا ہے کہ نجات ابی طالب کا عقیدہ درست ہے یا نہیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ تو طے شدہ مسئلہ ہے کیونکہ جلیل القدر علماء نے اللہ تعالیٰ ان جیسوں کو بکثرت پیدا فرمائے ابوطالب کی نجات کے بارے میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مثلاً اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب لیکن کچھ روایات اس کے برعکس موجود ہیں جن میں اہم ترین ابوطالب کا قول ہے کہ میں نار کو عار پر ترجیح دیتا ہوں جب کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کہا تھا کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو انہوں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ چنانچہ یہ دلیل ہے کہ آپ نے توحید و رسالت کی تصدیق کر دی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر اختیار تھا کہ وہ جس کا چاہیں دل پاک کر دیں اور جس کو چاہیں ایمان عطا کریں۔ حتیٰ کہ کنکریوں، چوپایوں اور پتھروں کو بھی تو یہ کیسے تصور کیا جائے کہ انہوں نے اپنے چچا کے قلب کو پاک نہیں کیا اور ان کے دل کو نور ایمان سے روشن نہیں کیا اور اس کے علاوہ جو روایات ہیں وہ ہمارے نزدیک غیر معتبر ہیں۔ جیسا کہ اسانید و روایات کے محققین جانتے ہیں

(ایمان ابی طالب صفحہ ۲۲)

اب اہل علم حضرات پیر صاحب کا فتویٰ جو ہم نے لفظ بہ لفظ درج کیا ہے اس کو بھی بغور پڑھیں اور مولف کا درج کردہ عربی متن اور اردو ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور مولف صاحب کی خیانت اور جہالت کی داد دیں۔

پیر صاحب کے فتویٰ میں درج روایت سے آفتاب روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ ابوطالب نے کلمہ پڑھنے کی عار پر جہنم کی آگ کو اپنے لئے اختیار کیا۔ لیکن پیر صاحب کا یہ فرمانا کہ چونکہ ابوطالب نے جان بوجھ کر جہنم کی آگ کو اپنے لئے اختیار کیا لہٰذا آپ مومن ہوئے سبحان اللہ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ جانے والا تو خود کہہ رہا ہو کہ میں جہنم کو جانا پسند کرتا ہوں اور کہنے والے کہتے ہوں کہ اس کا جہنم کو جانا ہی ناجی ہونے کی دلیل ہے۔ باقی یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ کفر جنوں اور انسانوں کا خاصہ ہے، نباتات اور جمادات میں کوئی کافر نہیں ہے ان چیزوں کو ایمان عطا فرمانے چہ معنی دارد۔ شاید نباتات اور جمادات سے اپنی رسالت کی شہادت دلانے کو ایمان عطا فرمانا سمجھ بیٹھے ہیں۔ اگر پیر صاحب کے فتویٰ کا کما حقہ تجزیہ کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ لیکن اہل علم کو اتنا ہی کافی ہے۔

صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب کا تعارف

افتخار الحسن صاحب نے چھ صفحات پر مشتمل عبارت مقدمہ کے عنوان سے تحریر فرمائی ہے لیکن مولف کتاب کی حماقت دیکھو کہ افتخار الحسن صاحب کا مقدمہ کتاب کے ۲۷ صفحات کے بعد درج کیا جو لفظ مقدمہ کے معنوں کے ہی سراسر خلاف ہے لیکن مولف موصوف کی بلا جانے مقدمے کا مقام کون سا ہوتا ہے۔ اگرچہ افتخار الحسن صاحب کو بڑے بڑے القاب سے نوازا گیا ہے لیکن ان کی تحریر صاف صاف بتا رہی ہے کہ کوئی بے گیان ہانکنے والے صاحب ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے مقدمے کے آخر میں جاکر لکھتے ہیں۔

"حضرت ابو طالب کا اصلی نام عمران تھا ابو طالب آپ کی کنیت تھی اگر بغض وعناد کا کوئی پیکر قرآن پاک کی سورہ آل عمران کو آلِ مروان کہلائے تو اس کا کیا علاج۔"

(ایمان ابی طالب صفحہ ۴۴)

انکے صاحبزادہ صاحب سے کوئی پوچھے کہ اس بے تکی بات کی یہاں کیا حاجت تھی اور اس والاشان علامہ کی قابلیت کو ان کے دوسرے علامہ حامد صاحب وارثی نے تو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طالب کا اصلی نام عبد مناف ہے (ایمان ابی طالب صفحہ ۳۴) بہرحال ہیں دونوں صاحب ہی علامے۔

جناب علامہ حامد صاحب وارثی کی تقریظ

یہ علامہ صاحب جہالت کا پتلا ہونے کے باوجود کاذب اور بہتان تراشی بھی ہے ان کی جہالت کی مثال ایک تو یہ ہے اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں

"مختلف فیہ روایات کی موجودگی میں (یعنی ایمان ابی طالب کے مسئلہ میں) صرف نظر اور توقف عین دانشمندی ہے۔" ایمان ابی طالب صفحہ ۳۰

یعنی اس مسئلہ کو چھیڑنا دانشمندی کے خلاف ہے۔ علامہ صاحب لفظ تقریظ کے معنوں ہی سے ناواقف ہیں ورنہ مذکورہ بالا بات ہرگز نہ لکھتے کیونکہ یہ بات بجائے مولف کتاب کی تعریف ان کی تردید ہے۔

مولف صاحب کی بے شعوری دیکھئے کہ علامہ صاحب وارثی کی تقریظ تو ان کی دانشمندی کی فاتحہ خوانی کر رہی ہے۔ اور وہ اسے اپنی تعریف سمجھ کر کتاب میں درج کر رہے ہیں۔

علامہ وارثی صاحب کی دوسری جہالت :۔

لکھتے ہیں ابن عباس کی روایت ہے کہ جب تمام انبیاء اور اولیاء وشہداء عظام شفاعت کر چکیں گے تو باری تعالیٰ فرمائیں گے۔ اب تو ہم ہی باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ کریم وتعالے ایک لپ بھر کر جہنمیوں کو جن میں کوئی خیر نہ ہوگی دوزخ سے باہر نکالیں گے

(ایمان ابی طالب صفحہ ۳۶)

خط کشیدہ عبارت کسی بھی حدیث شریف میں نہیں۔ یہ وارثی صاحب کا صریح کذب ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

فیقبض قبضۃ من نار منہا قوما لم یعملوا خیرا قط

یعنی اللہ تعالے جہنم سے ایک مٹھی بھر کے ایسے لوگوں کو نکالے گا جنہوں نے کوئی عمل خیر نہ کیا ہوگا۔

یعنی ایمان ضرور ہوگا اگرچہ دیگر کوئی نیکی نہ ہو۔ مطلقاً اگر خیر کی نفی کر دی جائے تو وہ ایمان کی نفی کو بھی شامل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جناب وارثی صاحب جہالت کی بھی کوئی حد ضرور ہے۔ بھلا جن میں کوئی خیر نہ ہو وہ تو جہنم سے نکال دئے جائیں اور باقی بھر رہ جائیں گے کیا ان میں کوئی خیر ہوگی۔ کیا اللہ تعالیٰ کا انصاف یہی ہے۔ اگر حرامی اور اشد قسم کے کفار میں کوئی خیر ہوگی تو ان کا جہنم میں رکھنا نا انصافی نہیں جب کہ خیر سے خالی جہنم سے نکال دئے جائیں

علامہ وارثی صاحب کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر بہتان

لکھتے ہیں کہ

ثقہ محدثین اور مشہور مورخین قسطنطنیہ کی پہلی جنگ میں یزید بدبخت کی شرکت ہی سے انکار کرتے ہیں اور علامہ فہامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تو فتح الباری میں انکار شرکت کے بعد فرماتے ہیں کہ شرکت ہو بھی تو

حدیث ہذا مشروط ہے قائم بالاسلام رہنے پر اور قائم بالاسلام یزید ہی نہ رہا تو حدیث کا مصداق کیسے ہوسکتا ہے۔ "آستانہ جنوری ۱۹۸۹ء صفحہ ۳۳"
جب بذریعہ خط فتح الباری کی عربی عبارت کا مطالبہ کیا تو اس سب کہنے کو سانپ ہی سونگھ گیا۔

علامہ عبدالغفور صاحب سندھیلیانوالی کی تقریظ کی حقیقت

یہ علامہ عبدالغفور چراغوی دوسرے علاموں سے بھی گرو ہیں۔ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں
"روح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ پر ہے کہ ابوطالب جنتی ہیں"
"مسالک الحنفا میں علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں اکثر علماء کی نظر میں آپ (یعنی ابوطالب) جنتی ہیں" (حوالہ مذکور)

ایسے چراغوی صاحب کو اتنا شعور نہیں کہ یہ دو حوالے تو اس کے گروگھنٹال مولف کتاب کو بھی نہ مل سکے ورنہ ضرور نقل کرتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ "ایمان ابی طالب" کتاب ان دونوں حوالوں سے بالکل خالی ہے بس ان لوگوں کے حق میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔

نفس مسئلہ پر مؤلف کے دلائل

مولف مذکور کے دلائل کی تردید سے پہلے ایک بات کا ذکر انتہائی ضروری ہے جب تک میدان دلائل میں اس کو ملحوظ نہ رکھا جائے مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ شریعت میں کسی بات کے ثبوت کی چار راہیں ہیں۔ ان چاروں کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں۔
وہ چار راہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن مجید ۲۔ حدیث شریف ۳۔ اجماع امت

۴۔ قیاس ان چاروں میں سے اگر کسی ایک سے بھی کوئی بات ثابت ہو جائے تو ایماندار کو انکار کی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد ثابت ہونے والی باتوں کی بھی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں

۱۔ از قبیل عقائد ۲۔ از قبیل اعمال۔

جو بات از قبیل عقائد ہو وہ پہلے تینوں ذریعوں سے ثابت ہوسکتی ہے لیکن قیاس وہاں مفید نہیں۔ قیاسی دلیل صرف اعمال میں جاری ہوتی ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ایمان ابی طالب کا مسئلہ کون سے قبیل سے ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ از قبیل عقائد ہے نہ کہ از قبیل اعمال۔ لہٰذا تین قسم کے دلائل شرعیہ سے ثابت ہو سکے گا یعنی قرآن مجید، احادیث پاک اور اجماع اُمت۔
ایمان ابی طالب کے حامیوں کے پاس قرآن مجید کی کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی ایمان ابی طالب پر اجماع۔ باقی رہا صرف احادیث کا سہارا وہ کھینچا تانی، قطع برید کر کے اپنے مدعا پر شاہد سمجھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا چار قسم کی احادیث ہیں جن کو مخالف اپنے دعویٰ میں پیش کرتا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

قسم اول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوطالب کا کردار وگفتار
قسم دوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر مرتے وقت ابوطالب کا کلمہ پڑھنا
قسم سوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوطالب کو زندہ فرما کر کلمہ پڑھانا
قسم چہارم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز قیامت ابوطالب کی شفاعت فرمانا۔

لیکن یہ چاروں اقسام کی احادیث ایک دوسرے کو جھٹلاتی ہیں۔ اگرچہ بطور اجمالی رد کے ہم ایک علیحدہ اشتہار بھی شائع کر چکے ہیں۔ لیکن تفصیلی رد سے پہلے بطور مقدمہ اسے درج کرنا عین مناسب ہے۔

ایمان ابی طالب کے دلائل کا اجمالی رد

۱۔ مؤلف کتاب ایمان ابی طالب نے ابوطالب کے کردار وگفتار کو ایمان اور اسلام

کی بڑی زبردست دلیل سمجھا ہے۔ اس کا اتنا ہی جواب کافی ہے کہ اگر ابوطالب کا کردار ایمان و اسلام کے لئے کافی تھا تو ان کے مرتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اُسے کلمہ پڑھنے کی تلقین و تاکید نہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ ثبوت ایمان و اسلام کے لئے صرف کردار ہی کافی نہیں کیونکہ یہ فرمان نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید ایک فاسق و فاجر سے بھی کروا لیا کرتا ہے۔

۲۔ مولف کتاب یہ بھی کہتا ہے کہ ابوطالب نے مرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا تھا۔ لیکن اس بات کا رد مولف خود بخود بڑے شد و مد سے کرتا ہے کہ ابی طالب کو مرنے کے بعد زندہ کر کے کلمہ پڑھایا گیا۔ ان نادانوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ابوطالب نے مرتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا تو دوبارہ زندہ کرنے کی حاجت کیوں پیش آئی۔

۳۔ رافضی یہ بھی کہتا ہے کہ ابوطالب کو دوبارہ زندہ کر کے کلمہ پڑھایا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروز قیامت ابوطالب کی شفاعت فرمائیں گے ہم کہتے ہیں کہ اگر ابوطالب کو زندہ کر کے کلمہ پڑھایا گیا ہے تو پھر کلمہ پڑھنے کے بعد ابوطالب کون سے جرائم میں مبتلا ہو گئے تھے کہ ان کی شفاعت کی جائے گی کیونکہ شفاعت یا تو سزا بالکل معاف کرانے کے لئے ہے یا سزا میں کمی کرنے کے لئے۔ ابوطالب کا زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا تو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ذمے کوئی جرم نہیں۔ کیونکہ اسلام لانا ماقبل کے تمام جرائم کو ختم کر دیتا ہے۔

۴۔ وہ احادیث جن میں ابوطالب کی شفاعت کا ذکر ہے اس کی حقیقت آگے تفصیل جواب میں بیان کی جائے گی۔

ایمان ابی طالب پر دلائل اور اُنکے جوابات

الدلیل نمبر ۱:

روی عن اسحاق بن عبد اللہ بن الحرث قال قال العباس لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترجوا لابی طالب قال کل الخیر ارجو من ربی۔

ایمان ابی طالب صفحہ ۴۲ — طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۲۱

خصائص کبریٰ مطبوعہ مدینہ منورہ صفحہ ۸۷

کیا یہ حدیث ایمان ابی طالب کی دلیل ہے یا نہیں اس کو بیان کرنے سے پہلے ہم حوالہ دی گئی دونوں کتابوں کا اصل متن عربی درج کرتے ہیں تاکہ مولف کی عربی دانی اور متن میں خیانت ظاہر ہو جائے۔

متن حدیث طبقات ابن سعد

اخبرنا عفان بن مسلم اخبرنا حماد بن سلمة عن ثابت عن اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث قال العباس یا رسول اللہ اترجو لابی طالب قال کل الخیر ارجو من ربی

طبقات ابن سعد ج۱ ص۱۲۴ مطبوعہ بیروت

متن حدیث خصائص کبریٰ

عن اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث قال قال العباس یا رسول اللہ اترجوا لابی طالب قال کل الخیر ارجو من ربی۔

خصائص کبریٰ طبع قدیم جلد ۱ صفحہ ۸۷

مؤلف کی نقل کردہ حدیث شریف کے متن میں تین غلطیاں از روئے نقل ہیں اور نہایت منحوس خیانت ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول یا رسول اللہ کاٹ کر اپنا من گھڑت جملہ لکھ مارا ۔ اصل متن عربی کا ترجمہ ملاحظہ ہو

اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ابو طالب کے لئے آپ امید رکھتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور سے) آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ (کے حضور) سے مجھے ہر بھلائی کی امید ہے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا قول یا رسول اللہ مؤلف نے اس لئے کاٹا ہے کہ یہ قول دلیل تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو اسلام اور ایمان سے مشرف ہونے کے بعد کی ہے اور اپنی طرف سے یہ جملہ ٹھونس دیا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اندرجو کہ عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کیا تو امید رکھتا ہے یہ بالکل کافرانہ خطاب ہے ۔ کیونکہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کو خطاب کرتے وقت ادب ملحوظ رکھتے تھے ۔ یا رسول اللہ ۔ یا نبی اللہ کہہ کر بلاتے ۔ لیکن کفار کو یہ خطاب کب بھاتا تھا ۔ گویا کہ مؤلف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ گفتگو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ کفر کی ہے ۔ کلام سے ایمان کی دلیل کو حذف کر کے کفر کی دلیل چھپاں کرنا یہ کہاں کی دیانت ہے ۔ یہاں تک تو مؤلف کی خیانت کا ثبوت تھا اور اب مؤلف کی بے شعوری ملاحظہ فرماویں۔

مؤلف نے درج بالا حدیث شریف کو قطع برید کر کے ایمان ابی طالب پر بطور دلیل پیش کیا ہے ۔ حالانکہ یہ حدیث ایمان ابی طالب کی نفی کرتی ہے ۔ کیونکہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اسلام و ایمان سے مشرف ہونے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کر رہے ہیں کہ ابو طالب کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور سے کوئی بھلائی کی امید رکھتے ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابو طالب ایماندار تھے اور ایماندار بھی ایسے کہ جو آخری وقت میں دائرہ اسلام میں داخل ہو کر بالکل پاک دامن حضور خداوندی میں جا حاضر ہوئے ۔ اگر تھے تو کیا کسی مومن پاک دامن کے متعلق یہ سوال ہو سکتا ہے ۔ کہ اللہ کے حضور سے اس کے لئے کسی بھلائی کی امید ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ مؤلف صاحب کے عقیدہ سے بالکل برعکس ہے ۔

اب یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ایمان ابی طالب کے خلاف تھا تو پھر ایمان سے محروم انسان کے لئے بھلائی کی امید کا سوال کیوں ؟ اس کا جواب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری حدیث شریف میں بالکل واضح طور پر موجود ہے ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرماویں ۔

عن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل عن العباس بن عبد المطلب قال قلت یا رسول اللہ هل نفعت ابا طالب بشیٔ؟ فانه كان يحوطك ويغضب لك قال نعم وهو فی ضحضاح من النار ولولا ذالك لكان فی الدرك الاسفل من النار ۔

" " " " " " "

عبد اللہ بن حارث بن نوفل حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ابو طالب کو آپ کی طرف سے کوئی نفع پہنچا ہے کیونکہ وہ آپ کے محافظ اور آپ کے لئے غضب ناک ہونے والے تھے ؟ [illegible] ہاں وہ عذاب نار کے ٹخنے جتنے میں ہیں ۔ جو اگر ان کی وہ خدمات نہ ہوتیں تو جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوتے ۔

طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۱۰۱

حدیث نمبر ۲ ۔ مؤلف کتاب کے مستند امام دین کے سردار اور زعیم ملت سیدی جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

اخرج مسلم عن العباس بن عبد المطلب قال قلت یا رسول اللہ هل نفعت ابا طالب بشیء؟ فانه قد کان یحوطک ویغضب لک

قال نعم هو فی ضحضاح من النار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار

امام مسلم نے عباس بن عبد المطلب سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا ابو طالب کو آپ نے کوئی نفع دیا ہے کیونکہ وہ آپ کے رکھوالے اور آپ کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے۔

فرمایا ہاں وہ جہنم کے ہلکے طبقہ میں ہے۔ اگر میں نہ ہوتا (یعنی میری خدمات نہ ہوتیں) تو وہ جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۸۶) طبع قدیم

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں عربی متن اور اردو ترجمہ میں ہماری خط کشیدہ عبارت کو غور سے پڑھیں اور سوال کا سبب سمجھیں۔ اگر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابو طالب صاحب ایمان واسلام ہوتے تو اول تو اس سوال کی ضرورت ہی نہ تھی اگر سوال ہوتا بھی تو یوں ہوتا کہ یا رسول اللہ ابو طالب کو آپ سے کوئی نفع پہنچا یا ابو طالب کے لئے اللہ کے حضور سے کسی بھلائی کی آپ امید رکھتے ہیں کیونکہ ابو طالب مرتے وقت کلمہ پڑھ کر فوت ہوئے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا جواب بھی یوں ہونا چاہیے تھا کہ آپ نفع کے متعلق پوچھتے ہیں میں نے تو اسے زندہ کرکے دائرہ اسلام میں تو داخل کر دیا ہے یا آئندہ کسی وقت زندہ کرکے ایمان عطا کر دیا جائے گا۔ اور جنت کے متعلق سوال کا جواب یوں فرماتے کہ ہاں وہ تو جنت میں ہے ۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

لہٰذا مولف صاحب کی درج کردہ حدیث مسئلہ ایمان ابی طالب میں ہرگز ہرگز مفید نہیں، اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ پوری دنیائے اہل سنت میں سے کسی ایک فرد نے بھی اس حدیث کو ایمان ابی طالب کی دلیل نہیں سمجھا اور مولف صاحب نے جس صاحب کو بطور

شاہد پیش کیا ہے وہ بھی مولف صاحب کا ہم مشرب ہی ہے ۔ بلا دلیل چند باتیں کرتا ہے مثلاً

صاحبِ تفسیر مراح لبید کا علمی پایہ

مفسر صاحب انک لا تہدی من احببت کے ماتحت فرماتے ہیں

هذه الآية لا دلالة فی ظاهرها علی کفر ابی طالب لان الله هو الذی هداه بعد ان ایس النبی صلی الله علیه وسلم.

اس آیت کا ظاہر کفر ابی طالب پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کو اس وقت ہدایت دی ۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مایوس ہو گئے تھے۔

مراح لبید جلد ۲ صفحہ ۱۴۶

اس عبارت سے اتنا تو روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ صاحب تفسیر مراح لبید بھی اس بات کا معترف ہے کہ ابو طالب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر کلمہ نہیں پڑھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مایوس کیوں ہوتے ۔ باقی رہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مایوس ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ان کو ہدایت دینا یہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت کا عطا مشروط بالشرط ہے۔

فرمانِ خداوندی

اللہ یجتبی الیه من یشاء ویهدی الیه من ینیب (سورۃ الشوریٰ آیت ۱۳)

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پسند فرماتا ہے اور ہدایت اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

ان تطیعوہ تهتدوا وما علی الرسول

اگر تم (رسول) کی اطاعت کرو گے ہدایت

إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۔	پاؤ گے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے سوائے بلاغ مبین کے کچھ بھی نہیں

سورۃ النور آیت ۵۴

قرآن مجید کی یہ دو آیات شاہد ہیں کہ اگر انابت الی اللہ یا اطاعت رسول نہ پائی جائے تو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

اب صاحب مراح لبید پر یہ سوال ہے کہ جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کی یعنی آپ کے فرمانے پر کلمہ نہیں پڑھا بلکہ انکار پر مصر رہے یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف سے مایوس بھی ہو گئے۔ تو بعد میں اللہ تعالےٰ نے اسے کس طرح ہدایت دے دی۔ جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جو کہ انابت الی اللہ ہے وہ نہیں پائی گئی کیا اللہ تعالےٰ خود ہی اپنے ضابطے کے خلاف کرتا ہے۔ یہ بات ہر کوئی یاد رکھے کہ نبی اللہ کو چھوڑ کر انابت الی اللہ ہدایت کا سبب نہیں بنتی اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو فرعون بھی مومن اور جنتی ہوتا۔ کیونکہ وہاں بھی بغیر موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کے انابت موجود ہے۔ لہٰذا مراح لبید کی ساری تقریر ہی ناواقفی پر مبنی ہے۔

صاحب مراح لبید کی ایمان ابی طالب پر شہادۃ کی حقیقت

مولف صاحب مراح لبید کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

فهما يدل على ان ابا طالب مومن (ارجو من ربي) و رجاؤه محقق ولا يرجوا كل الخير الا مومنٌ ۔	وہ بات جو ایمان ابی طالب کی دلیل ہے وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ارجو من ربی ہے اور رجاء آپ کی محقق ہے اور تمام بھلائی کی اُمید نہیں ہوتی مگر مومن

تفسیر مراح لبید جلد ۱ صفحہ ۱۷۱ کے لئے۔

ترجمہ از مولف: "یہ دلیل ہے حضرت ابوطالب کے مومن ہونے کی کیونکہ سوائے مومن کے ہر بھلائی اور خیر کی امید نہیں ہو سکتی۔"

اس مندرجہ بالا عربی عبارت میں بھی مولف سے دو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

(۱) لا یرجوا صحیح نہیں بلکہ لا یرجو ہے

(۲) الا مومنٌ نہیں بلکہ الا للمومن

مفسر صاحب کی منطق یوں ہوئی کہ کل خیر کی امید صرف مومن کے لئے ہے اور ابوطالب کے لئے کل خیر کی اُمید ثابت۔ لہٰذا ابوطالب مومن ہیں۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رجاء محقق ہے۔ ہم پوچھتے ہیں جس ذات مقدس کی رجاء (امید) محقق ہے اس کی یاس (مایوسی) محقق کیوں نہیں۔

ایماندار کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امید بھی محقق ہے اور مایوسی بھی محقق ہے۔ آپ کی مایوسی کے خلاف ہونا بھی ناممکن۔ کیونکہ جو بات ممکن ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مایوس نہیں ہو سکتے" ورنہ تو قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کا کیا جواب ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ	بے شک اللہ کے رحم و کرم سے مایوسی کافروں کو ہی ہوتی ہے۔

(پ ۱۳ سورہ یوسف آیت ۸۷)

ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام محال کی اُمید نہیں رکھ سکتا اور مایوس نہیں ہو سکتا لہٰذا مفسر صاحب کے قول کے مطابق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب

ایمان سے مایوس ہو گئے تھے۔ یہ بات پختہ ہو گئی کہ ابوطالب کا ایمان لانا ممکن ہی نہ تھا ورنہ مایوسی کیسی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ممکن سے مایوسی نہیں بلکہ جس سے آپ مایوس ہو جائیں وہ ممکن نہیں۔ ابوطالب کے ایمان سے مایوسی ثابت، لہٰذا ابوطالب کا ایمان لانا ناممکن ہوا۔

یاس و امید کی اس بحث کا اگر مولف صاحب کو علم ہوتا تو اسے چھیڑتے ہی نہ۔ کیونکہ اس بحث نے ان تمام کوششوں (جو انہوں نے کتاب میں کی ہیں) کو برباد کر دیا کیونکہ جو ناممکن ہے وہ ہمیشہ اور ہر وقت ہی ناممکن۔ لہٰذا ابوطالب کا دوبارہ زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا بھی ناممکن۔ اور دخول جنت بھی ناممکن۔ ابوطالب پر یہ احسان مولف صاحب اور مفسر صاحب موصوف کی باہمی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اب کل خیر ارجوہ من ربی کی حقیقت سنیئے۔

کل خیر کی امید کو ابوطالب کے لئے سمجھنا بھی نادانی ہے کیونکہ یہ جب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے "کل الخیر ارجوہ من ربی لابی طالب" یعنی میں ابوطالب کے لئے تمام قسم کی بھلائیوں کا امیدوار ہوں۔

۲۔ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ آخرت میں کل خیر کا حصر کن کن باتوں میں ہے۔

روز محشر ہونے والی بھلائیاں صرف مندرجہ ذیل تین قسموں کی ہوں گی

قسم اول — فرماں برداروں کے درجات کی بلندی

قسم دوم — بعض نافرمانوں کی سزاؤں میں تخفیف

قسم سوم — بعض نافرمانوں کی سزاؤں کی معافی

باقی تمام بھلائیاں ان تینوں کی فرع ہیں۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ کل الخیر کا تعلق ابوطالب سے ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ درجات کی بلندی، سزا کی معافی اور سزا میں کمی یہ تینوں ایک فرد میں کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ اس کا تسلی بخش جواب تو بارگاہ نبوی سے ہی مل سکتا ہے کہ آپ ابوطالب کے متعلق بروز

قیامت کون سی بھلائی کے امیدوار ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرما دیں۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر عندہ ابو طالب فقال ینفعہ شفاعتی یوم القیامۃ فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ

ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوطالب کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا بروز قیامت اسے میری شفاعت نفع دے گی۔ اسے جہنم کے ہلکے عذاب میں رکھا جائے گا۔ آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھولے گا

(اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ بحوالہ مسلم شریف مستدرک جلد ۴ صفحہ ۵۸۱)

مسلم شریف کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے حق میں کون سی بھلائی کے امیدوار ہیں۔ یعنی تخفیف عذاب کے، لہٰذا کل الخیر ارجوہ من ربی کو ایمان ابی طالب پر پیش کرنا سراسر نادانی ہے۔

صاحب تفسیر سراج لبید کوئی معتبر انسان نہیں۔

کیونکہ یہ صاحب رافضیوں کی ایسی ایسی من گھڑت احادیث بلا تردید نقل کرتا ہے جن کا اہل سنت کی کتابوں میں نام و نشان تک نہیں۔ حدیث کو اہل بیت کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے۔

یحشر عبد المطلب لہ نور الانبیاء وجمال الملوک ویحشر ابو طالب فی زمرتہ انما یعطی عبد المطلب نور

روز محشر عبدالمطلب کو انبیاء کا نور اور بادشاہوں کا جمال عطا ہوگا اور ابوطالب اس کے ساتھ محشور ہوں گے۔ عبدالمطلب کو انبیاء کا نور اس لئے دیا جائے گا کہ وہ

الانبیآء لانه کان علی التوحید ولانه مستقل لاتابع و هو من اہل الفترة وانما یعطی جمال الملوک لانه سید قریش فی زمانه فهو فی ذالک ملحق بالملوک الذین عدلوا وماظلموا۔

توحید پر تھا اور مستقل رہبر ہے نہ کہ کسی کے تابع اور اہل فترۃ میں سے ہے بادشاہوں کا جمال اس لئے دیا جائے گا کہ وہ اپنے وقت میں قریش کا سردار تھا اس لئے اس کا شمار عادل قسم کے بادشاہوں میں ہوگا۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶)

یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ بلا تردید کسی کا قول نقل کرنا۔ ناقل کے مذہب کی دلیل ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث مفسر صاحب کے مشرب کی عکاسی کرتی ہے۔

مولف ایمان ابی طالب کی دوسری دلیل

نیز آوردہ کہ سید عالم ہمراہ جنازہ ابو طالب بے رفت و بے گفت سلے عم من صلہ رحم بجا آوردی و در حق من تقصیر نہ کردی خدا تعالے ترا جزائے خیر دہاد

اور یہ روایت آئی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا اے میرے چچا تو نے حق صلہ رحمی پورا کر دیا اور میرے حق میں تو نے کوئی تقصیر نہ کی۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے

(ایمان ابی طالب صفحہ ۱۹ بحوالہ تاریخ الخمیس مدارج النبوۃ سیرۃ حلبیہ)

چونکہ فارسی عبارت کا ترجمہ بھی ہم نے مولف ہی کا نقل کیا ہے اس لئے من وعن لکھ دیا ہے۔ ابو طالب کے متعلق حضرت کا لفظ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا نہیں اور نہ وہ لکھ سکتے ہیں۔ اگر مولف صاحب کی عقیدت مجبور کرتی تھی تو اس لفظ کو مابین القوسین کر دینا چاہیے تھا۔ تاکہ عبارت میں تصرف کے الزام سے محفوظ رہتے۔ اور اہل قلم کا یہ دستور بھی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جس صاحب کی کتاب کی یہ عبارت ہے ان کا اپنا عقیدہ دیکھنا چاہیے پھر اس روایت کا بھی وزن ہو جائے گا۔ اس روایت کو بالمعنی نقل کرنے کے بعد محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگاہ دارند۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲ تقطیع کلاں)

مسئلہ ایمان ابی طالب میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے اور اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں۔

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان مبارک سے ثابت ہوا کہ یہ روایت ایمان ابی طالب قطعی دلالت نہیں کرتی۔ ورنہ آپ کفر و ایمان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے منع نہ فرماتے۔ کیونکہ جس انسان کا مومن ہونا ثابت ہو اسے مومن کہنے یا لکھنے میں کیا نقصان ہے۔ بلکہ ہمارا دعوی ہے کہ قطعی الثبوت ہونا تو درکنار کوئی بھی روایت ایسی نہیں جو ایمان ابی طالب پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہو۔ اگر ایسی کوئی روایت ہوتی تو دنیائے اہل سنت ان کا شمار صحابہ میں کرتے اور انہیں رضی اللہ عنہ کہتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا کیا تمام مفسرین، محدثین، شارحین اور ائمہ مجتہدین و دیگر فقہا کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سارے کے سارے خطا کار ہیں حقیقت شناس کوئی بھی نہیں؟ افسوس صد افسوس

مدارج النبوۃ کی روایت کی حقیقت

فارسی زبان میں محدث دہلوی نے جس طرح روایت نقل کی ہے اسے روایت بالمعنی کہتے ہیں۔ روایت کو بالمعنی نقل کرنے میں بھی آپ سے تساہل ہوا ہے۔ عربی کتابوں میں ابو طالب

کے جنازہ کے ہمراہ جانے کے الفاظ نہیں بلکہ روایت یوں ہے۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں۔

واما ماروی عنہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم عارض جنازۃ ابی طالب فقال وصلتک رحم وجزیت خیرا یا عم۔
(سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۰)

اور جو روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عارض یعنی گزرے ابوطالب کے جنازہ کے سامنے سے اور آپ نے فرمایا اے چچا تو نے صلہ رحمی کی تجھے اچھی جزا دی جائے گی۔

لیکن یہ روایت نقل کرنے کے بعد علامہ حلبی فرماتے ہیں۔

فقال الذھبی انہ خبر منکر

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ خبر منکر ہے یعنی قابل حجت نہیں۔

لیکن مولف صاحب نے از روئے خیانت علامہ ذہبی کا قول نقل نہیں کیا۔

اسی روایت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی سُنّی شافعی فرماتے ہیں

فلیس فی قولہ وصلتک رحم ما یدل علی اسلامہ بل فیہ ما یدل علی عدمہ وھو معارضتہ لجنازتہ اذ لو کان اسلم لمشی معہ

آپ کا قول وصلتک رحم میں ابوطالب کے اسلام کی کوئی دلیل نہیں بلکہ عدم اسلام پر دلیل ہے کہ آپ اس کے جنازے کے سامنے سے گزر گئے اگر وہ مسلمان ہوتا تو آپ جنازہ کے ساتھ جاتے۔

(اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۷)

لہٰذا یہ حدیث شریف ایمان ابی طالب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی اور نہ ہی دنیائے اہل سنت میں سے کسی صاحب عقل سلیم نے اس سے وہ مفہوم اخذ کیا ہے جو مولف صاحب

نے کیا ہے۔

ایمان ابی طالب پر تیسری دلیل

مولف صاحب لکھتے ہیں۔

وما روی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی ابوطالب واخ کان لی فی الجاھلیۃ۔ اورد محب الطبری ای ھو اخ من رضاعۃ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو ہم اپنے والدین اور چچا ابوطالب اور زمانہ جاہلیت میں فوت ہونے والے بھائیوں کی شفاعت کریں گے محب طبری کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے بھائیوں سے مراد رضاعی بھائی ہیں۔

(بحوالہ مراح لبید تفسیر ج ۱ ص ۲۱۶ مسالک الحنفا صفحہ ۱۴ سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۴۳)

ہم پہلے دعویٰ کر آئے ہیں کہ صاحب تفسیر مراح لبید مولف کتاب ایمان ابی طالب کا ہم مشرب ہے اور بات نقل کرنے میں خیانت کرتا ہے مفسر صاحب نے محب طبری کی عبارت پوری نقل نہیں کی۔ اور مولف صاحب نے عبارت تو تفسیر کی نقل کی ہے اور ساتھ دو حوالے یوں ہی جڑ دیئے۔ ہم مسالک الحنفا اور سیرۃ حلبیہ کی پوری پوری عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ گرو اور چیلے کی ہوشیاری واضح ہو جائے۔

سیرۃ حلبیہ کی عبارۃ

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان

ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا

يوم القيامة شفعت لابي و امي وعمي ابي طالب و اخ لي كان في الجاهلية. وفي لفظ آخر شفعت في ابي وعمي ابي طالب و اخي من الرضاعة"

میں اپنے باپ اور ماں اور اپنے چچا ابی طالب اور زمانہ جاہلیت کے بھائیوں کی شفاعت کرونگا اور دوسری حدیث میں ہے میں اپنے باپ ، اور ماں ، اور چچا ابی طالب اور اپنے رضاعی بھائیوں کی شفاعت کروں گا۔

(سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۴۸ ، ۴۹)

اس کے بعد علامہ علی بن برہان الدین حلبی فرماتے ہیں۔

وفي رواة الحديث الاول من هو منكر الحديث وفي الثاني من هو ضعيف.

پہلی حدیث کے راویوں میں سے ایک منکر الحدیث بھی اور دوسری حدیث کا ایک راوی ضعیف ہے۔

(سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۴۸)

یہ ان دونوں حدیثوں کا حال ہے یعنی حدیث منکر اور دوسری حدیث ضعیف ہے سبحان اللہ ، یہ ہیں دلائل ایمان ابی طالب کے ۔ اب لیجئے مسالک الحنفا کی عبارت۔

مسالک الحنفا کی عبارت

(یہ کتاب دین کے سردار زعیم ملت سیدی جلال الدین سیوطی کی ہے)۔

اخرج تمام الرازي في فوائده بسند ضعيف عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان يوم القيامة

امام رازی اپنی کتاب فوائد میں سند ضعیف سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث لائے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب روز قیامت ہوگا

شفعت لابي وامي وعمي ابي طالب واخ لي في الجاهلية۔ اورده المحب الطبري وهو من الحفاظ والفقهاء في كتابه "ذخائر العقبى في مناقب ذوي القربى" وقال ان ثبت فهو ماؤل في ابي طالب على ما ورد في الصحيح من تخفيف العذاب بشفاعة ۔ انتهى وانما احتاج الى تاويله في ابي طالب دون الثلاثة ابيه وامه واخيه لعني من الرضاعة لان ابا طالب ادرك البعثة ولم يسلم والثلاثة ماتوا في الفترة ۔

میں اپنے باپ ، ماں ، چچا ابی طالب کی اور زمانہ جاہلیت کے بھائیوں کی شفاعت کرونگا ۔ لکھا ہے اس حدیث کو حافظ حدیث اور فقیہ محب طبری نے اپنی کتاب ذخائر العقبیٰ میں اور کہا ہے طبری نے اگر یہ ثابت ہے تو ابی طالب کے بارے میں اس کی تاویل کی جائے گی ۔ کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ابو طالب کے عذاب میں آپ کی شفاعت سے تخفیف ہوگی ۔ بیشک صرف ابی طالب کے حق میں تاویل کی حاجت پیش آئی ہے نہ کہ آپ کے والدین اور رضاعی بھائیوں کے حق میں ۔ کیونکہ ابو طالب نے بعثت کا زمانہ پایا اور اسلام نہیں لایا اور دیگر تینوں زمانہ فترت میں فوت ہوئے ہیں۔

(مسالک الحنفا صفحہ ۴۲)

یہ ہے حقیقت مؤلف کی پیش کردہ روایت کی ۔ حافظ حدیث اور فقیہ جناب محب طبری رحمۃ اللہ علیہ اور سردار دین " زعیم ملت سیدی سیوطی رضی اللہ عنہ ان دو عظیم شخصیتوں نے اسی دلیل سے ثابت کر دیا کہ ابو طالب ایمان نہیں لائے اور نہ وہ جنتی ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے صرف ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور بس — اب

بھی کوئی سرپھرا سیدی سیوطی رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھے گا کہ وہ ابو طالب کے مومن ہونے کے قائل ہیں۔ حاشا و کلا ! مولف صاحب نے ایمان ابی طالب پر صرف یہی تین روایات پیش کی ہیں۔ جن کی حقیقت کھول کر قارئین کے سامنے رکھ دی گئی

اس کے بعد مؤلف موصوف نے دو صفحے دیوان علی کے اشعار سے سیاہ کئے ہیں

جس کا جواب صرف یہ ہے کہ دیوانوں کی باتیں کوئی ادلہ شرعیہ نہیں۔ اس لئے ان سے ہمیں کیا سروکار۔ کہاں باسند احادیث اور کہاں بے سند دیوان۔

کتاب الایمان ابی طالب کا صفحہ ۵۰

چند باتیں محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین دہلوی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں جن کے متعلق ہمارے جواب یہ ہیں کہ ایمان ابی طالب کا مسئلہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ تصوف کا مسئلہ نہیں جو صوفیہ کرام سے حل کرایا جائے۔ کشف، الہام اور دیگر غیبی باتیں ادلہ شرعیہ کے مقابل حجت نہیں بن سکتیں۔ اس مسئلہ کے ثبوت کی طرف تین راہیں ہیں قرآن شریف، احادیث شریف، اجماع اُمت

کتاب ایمان ابی طالب کا صفحہ ۵۱

اسی صفحہ پر مؤلف صاحب نے بڑی ہوشیاری کیساتھ لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ ایک ہی کتاب کی عبارت دو عظیم شخصیتوں کی طرف منسوب کر کے پرفریب حوالے دیئے ہیں۔ اس کتاب کا تعارف اور عبارت کی حقیقت ملاحظہ فرماویں
امام المفسرین حضرت امام ابو عبداللہ قرطبی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جس کا نام "کتاب التذکرۃ باحوال الموتیٰ و امور الآخرۃ" جس کا قطب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اختصار کیا ہے اور اس اختصار کا نام "مختصر تذکرہ" رکھا ہے۔ اسی مختصر تذکرہ سے عبارت

قطع برید کر کے نقل کی ہے۔ عبارت کا کچھ حصہ امام المفسرین امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے حوالہ یوں تحریر فرمایا ہے "تذکرہ قرطبی مطبوعہ مصر از تلخیص" تاکہ نادان لوگ یہ سمجھیں کہ یہ عبارت کتاب التذکرہ کی ہے۔ اور کچھ حصہ میدان شریعت اور طریقت کے شہسوار سیدی قطب شعرانی کی طرف منسوب کر کے حوالہ یوں لکھا ہے "تلخیص تذکرہ از علامہ عبدالوہاب شعرانی" حالانکہ تلخیص تذکرہ کوئی کتاب ہی نہیں۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام مختصر تذکرہ ہے۔ مختصر کا نام تلخیص رکھنا مولف کی علمی جہالت ہے۔ مختصر اور ملخص میں زمین آسمان کا فرق ہے خیر یہ کوئی شکوہ کی بات نہیں کیونکہ مولف صاحب کوئی عالم دین تو ہیں نہیں۔ اب لیجئے پوری عبارت اور اس کی حقیقت ملاحظہ فرمایئے۔

مختصر تذکرہ کی اصل عبارت :-

قال بعض العارفین واذا کان احد من الموتیٰ مسرفٌ علی نفسہٖ و زارہٗ احد لاینصرف من قبرہٖ حتّٰی یشفع فیہ عند اللہ عزّوجل و یجد امارات القبول کما زار صلی اللہ علیہ وسلم قبر امہٖ و ابیہٖ و سأل اللہ تعالٰی ان یحییھما لہٗ حتّٰی یؤمنا بہٖ ففعل ذٰلک فھما ماتا فی ایام الفترۃ فکان فی ذٰلک کما لھما و کا منھما ادرکا زمن رسالتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم و آمنا بہٖ !
و کذٰلک ذکر سلمۃ بن سعید البعض رضی اللہ

تعالی عنه ان الله تعالی احیا للنبی صلی الله علیه وسلم عمه ابا طالب و آمن به و کرامات صلی الله علیه وسلم و معجزاته اکثر من ذلک و قد صنف شیخنا الحافظ جلال الدین السیوطی فی ذلک عدة مولفات و ذکر ثمن عشر حافظا قال کل منهم بذلک وهو اعتقادنا الذی نلقی الله تعالی به ان شاء الله تعالی والحمد لله رب العالمین

ترجمہ! " بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی میت اپنی جان پر زیادتی کرنے والی ہو اور اس کی قبر کی زیارت کو کوئی جائے اس کے حق میں اللہ تعالی سے شفاعت کرے اور اس وقت تک وہاں سے نہ ہٹے جب تک شفاعت کی مقبولیت کے آثار ظاہر نہ ہو جائیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ اور والد کی قبروں کی زیارت کو تشریف لے گئے اور اللہ تعالی سے سوال کیا کہ ان کو زندہ کیا جائے تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ پس اللہ تعالی نے ایسا ہی کیا کیونکہ وہ دونوں حضرات زمانہ فترت میں فوت ہو گئے تھے اور ان کو زندہ کرنے میں ان کے لئے کمال ہے گویا کہ وہ دونوں حضرات زمانہ رسالت کو پا کر ایمان لائے۔ اور اسی طرح سلمۃ بن سعید جعفی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ کے چچا ابو طالب کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامات اور معجزات اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور ہمارے شیخ جلال الدین سیوطی نے اس کے متعلق بہت سی تالیفات کی ہیں اور بارہ حفاظ کا ذکر کیا ہے کہ وہ سب اسی بات پر ہیں اور

وہی اعتقاد ہمارا ہے اور ان شاء اللہ تعالی اس بات پر ہم اللہ تعالی سے ملاقات کریں گے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

عمرفیصے اور اکرور عبارت میں مابین القوسین عبارت مولف صاحب بالکل کھا ہی گئے حالانکہ یہ عبارت ہی باقی تمام عبارت کا مغز تھی اور خط کشیدہ عبارت امام المفسرین امام قرطبی کی طرف منسوب کر دی اور خط کشیدہ کے علاوہ بھی کچھ قطب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی جھولی میں ڈال کر خم ٹھوک کر کھڑے ہو گئے یعنی میدان فتح ہو گیا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مولف صاحب اس عبارت سے ایمان ابی طالب کیسے ثابت ہوا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس عبارت میں سے کوئی بات امام المفسرین کی طرف منسوب کرنا غلط ہے کیونکہ یہ ساری عبارت علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور اس کی دلیل آپ کا قول کہ ہمارے شیخ جلال الدین سیوطی نے بہت سی کتابیں اس کے متعلق لکھی ہیں صاف روشن ہے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سیدی سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں ہرگز نہیں۔

دوسری بات یہ کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بھی تالیف ایمان ابی طالب پر نہیں۔ ساری کی ساری ایمان والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق ہیں۔

تیسری بات یہ کہ حفاظ حدیث میں سے کوئی بھی ایمان ابی طالب کا قائل نہیں۔ جن بارہ حفاظ کا ذکر ہے وہ سب کے سب ایمان والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے قائل ہیں۔

چوتھی بات یہ کہ سلمہ بن سعید رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرنے سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ سیدی شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ پوری عبارت میں غور کرنے سے تردید سمجھ میں آجاتی ہے کہ والدین کریمین کے زندہ کرنے کا واقعہ آپ نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ بذات خود وثوق سے ذکر فرمایا ہے اور اس واقعہ کے وقوع کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ والدین کریمین رضی اللہ عنہما کو زمانہ بعثت نصیب نہ ہوا تھا۔ لیکن احیاء ابی طالب کا قول جس کا

تھا کسی کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے تاکہ اس کی صداقت کی ذمہ داری آپ پر عائد نہ ہو من ادعی فعلیہ البیان ۔ سیدی شعرانی احیاء ابی طالب کے قائل کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ اُن کے شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد کرتے ہیں۔

احیاء ابی طالب کے متعلق شیخ المشائخ علامہ عبدالوہاب شعرانی کے شیخ دین کے سردار زعیم ملت سیدی جلال الدین سیوطی کا فیصلہ :

قد اید بعضهم هذا الحديث بالقاعدة التي اتفق الائمة انه ما اوتي نبي معجزة او خصيصة الا اوتي نبينا صلى الله عليه وسلم مثلها وقد احيا الله تعالى لعيسى عليه السلام الموتى من قبورهم فلا بد ان يكون لنبينا صلى الله عليه وسلم مثل ذالك ولم يرد من هذا النوع الا هذه القصة ۔ (الدرج المنيفة ص)

ترجمہ : بعض حفاظ نے (احیاء ابوین) والی حدیث کی اس قاعدہ سے بھی تائید کی ہے جس قاعدہ پر تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ جو معجزہ یا خاص بات کسی نبی کو عطا ہوتی ہے۔ اس کے مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا ہوئی اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے قبروں سے مُردوں کو اٹھایا پس ضروری ہوا کہ ایسا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ایسا ہو۔ سوائے واقعہ (احیاء ابوین) اور کوئی ایسا قصہ مروی نہیں ہے۔

جب دین کے سردار زعیم ملت حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو قبروں سے اٹھا کر ایمان عطا فرمانے کے سوا کوئی واقعہ

مروی ہی نہیں بھلا آپ کے شاگرد رشید شیخ المشائخ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ابوطالب کو زندہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل کرنے کا واقعہ کس طرح صحیح مان سکتے ہیں۔

احیاء ابی طالب کے متعلق امام المفسرین علامہ قرطبی کا فیصلہ

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال له العباس يا رسول الله هل نفعت عمك بشيء قال نعم وهذه الشفاعة في تخفيف العذاب لا في الخروج من النار على ما بينا في كتاب التذكرة ۔

تفسیر قرطبی جلد ۲۰ صفحہ ۲۷۵

ترجمہ : حضرت عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو بھی کچھ نفع پہنچایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور یہ تخفیف عذاب کی شفاعت ہے نہ کہ جہنم سے بالکل نکل جانے کی۔ جیسا کہ ہم نے کتاب التذکرہ میں بیان کیا ہے۔

اگر امام المفسرین علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ احیاء ابی طالب کے قائل ہوتے تو تخفیف عذاب کی شفاعت کا عقیدہ کیوں رکھتے۔

وہ بارہ حفاظ حدیث رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مختصر تذکرہ میں جن کی طرف اشارہ ہے۔

سردار دین زعیم ملت خاتم الحفاظ مصر سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ان الله احياء هما له فآمنا به و ذالك في حجة الوداع لحديث في ذالك عن عائشة رضي الله عنها ۔ اخرجه الخطيب

البغدادی فی "السابق واللاحق" والدارقطنی وابن عساکر کلاهما فی غرائب مالک وابن شاہین فی "الناسخ المنسوخ" والمحب الطبری فی سیرتہ واوردہ السہیلی فی "الروض الانف" من وجہ آخر بلفظ آخر واسنادہ ضعیف وقد مال الیہ ہؤلاء الثلاثۃ مع ضعفہ وھکذا القرطبی وابن المنیر ونقلہ ابن سید الناس عن بعض اہل العلم وقال بہ الصلاح الصفدی فی نظم لہ والحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی فی ابیات لہ۔

الدرج المنیف صفحہ ۶

۰ ۰ ۰ ۰ ۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے اور اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اس کا ذکر کرنے والے (مندرجہ ذیل حفاظ حدیث) ہیں۔

۱۔ خطیب بغدادی "السابق والاحق" میں

۲۔ دارقطنی } غرائب مالک میں
۳۔ ابن عساکر }

۴۔ ابن شاہین "ناسخ ومنسوخ" میں

۵۔ محب طبری "سیرت میں"

۶۔ سہیلی "الروض الانف"

۷۔ حافظ قرطبی

۸۔ ابن منیر

۹۔ ابن سید الناس

۱۰۔ صلاح صفدی اپنی نظم میں

۱۱۔ شمس الدین دمشقی اپنی ابیات میں

یہ ۱۱ حفاظ حدیث ہیں جن کا ذکر سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور بارہویں حافظ سے قطب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اپنا شیخ یعنی حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسلام کی ان بارہ عظیم الشان ہستیوں میں سے احیاء ابوطالب کسی کے نزدیک مسلم نہیں۔

علامہ اسماعیل حقی صاحب روح البیان کی عبارۃ میں خیانت

مولف موصوف تفسیر روح البیان سے نقل کرتا ہے۔

یقول الفقیر قد شبعنا الکلام فی ایمان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکذا ایمان عمہ ابی طالب وجدہ عبد المطلب بعد الاحیاء۔ (روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۲۳)

ترجمہ فقیر کہتا ہے کہ تحقیق ــــــ نبیؐ ایمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے جیسا کہ ایمان لائے آپ کے چچا ابوطالب اور آپ کے دادا عبد المطلب بعد زندہ ہونے کے۔ (ایمان ابی طالب صفحہ ۵۲)

مولف صاحب نے نہ تو عربی عبارت ہی پوری نقل کی ہے اور نہ ترجمہ صحیح کر سکا۔ عربی متن اور اردو ترجمہ دونوں میں خیانت سے کام لیا ہے۔ پوری عبارت اور ترجمہ

ملاحظہ فرماویں۔

مفسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یقول الفقیر قد اشبعنا الکلام فی ایمان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکذا ایمان عمہ ابی طالب وجدہ عبد المطلب لجد الاحیاء فی سورۃ البقرۃ عند قولہ تعالی (ولا تسئل عن اصحاب الجحیم) فارجع الیہ ۔	فقیر کہتا ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان لانے کے متعلق اور اسی طرح آپ کے چچا ابو طالب اور آپ کے دادا عبد المطلب کے دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لانے کے متعلق سیر حاصل کلام کیا ہے سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کے قول ولا تسئل عن اصحاب الجحیم کے ماتحت پس اس مقام کی طرف رجوع کرو۔

(روح البیان جلد ۲ صفحہ ۵۲۲)

ایسے مؤلف سے کوئی پوچھے کہ جناب مندرجہ بالا عبارت سے ابو طالب کا ایمان کیسے ثابت ہوا کیا چالاکی اور ہوشیاری بھی کوئی مستند ثابت کر سکتی ہے۔ لیجئے اب ہم اسماعیل حقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق نشان شدہ مقام کی طرف رجوع کرتے ہیں شاید وہاں سے ہی ایمان ابی طالب ثابت ہو جائے۔

سیدی اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی سیر حاصل کلام

آپ لکھتے ہیں۔

روی ان اللہ احیی لہ اباہ وامہ وعمہ ابو طالب وجدہ عبد المطلب ۔

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کے باپ، ماں، چچا ابو طالب اور دادا عبد المطلب کو زندہ فرمایا۔

اس مجہول روایت (جس کے متعلق کوئی علم نہیں کہ اس کا راوی کون ہے) کو نقل کرنے کے بعد ان چاروں کے ایمان کے متعلق بحث کرنے کی بجائے حقی صاحب نے صرف والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا ہی ایمان ثابت کیا ہے فرماتے ہیں۔

قال شمس الدین الدمشقی =

حبا اللہ النبی مزید فضل ۔ علی فضل وکان بہ رؤفا
فاحیا امہ وکذا اباہ = لایمان بہ فضلا لطیفا
فسلم فالقدیم بہ قدیر = وان کان الحدیث بہ ضعیفا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فضل پر فضل عطا کیا ہے کیونکہ وہ آپ کے حق میں مہربان ہے۔ پس زندہ کیا آپ کی ماں اور اسی طرح آپ کے باپ کو تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ یہ نہایت فضل ہے ان پر پس تو مان لے کیونکہ ذات قدیم قدرت والا ہے اگرچہ اس واقعہ کی حدیث ضعیف آئی ہے۔

الخ ان روایات میں صرف ماں اور باپ کا ہی ذکر ہے چچا اور دادا کا نہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔

وفی الاشباہ والنظائر من مات علی الکفر ابیح لعنہ الا والدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لثبوت ان اللہ تعالی احیاھما لہ حتی امنا ۔

ترجمہ: اشباہ و نظائر میں ہے جو حالت کفر میں مرجائے اُس پر لعنت کرنا جائز ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ ایمان لائے۔

یہاں پر بھی آپ نے والدین کریمین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کو ہی ثابت کیا ہے اس کے بعد والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے زندہ ہو کر کلمہ پڑھنے کی احادیث ذکر کی ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ صفحہ عبارت ہے لیکن ابوطالب و عبدالمطلب کا ذکر تک نہیں۔ معلوم ہوا کہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی سیر حاصل بحث میں صرف ایمان والدین کریمین کا ہی ثابت ہے نہ کہ کسی دوسرے کا۔ یہ تمام بحث روح البیان جلد ا صفحہ ۲۱۸ پر موجود ہے۔

رُوح البیان شریف کے دوسرے حوالہ میں خیانت

مؤلف صاحب لکھتے ہیں۔

وجاء فی بعض الروایات ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما عاد من حجۃ الوداع احی اللہ لہ ابویہ وعمہ فامنوا بہ ایمان ابی طالب صفحہ

اور تحقیق بعض روایات میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین اور چچا کو زندہ فرمایا۔ پس وہ ایمان لائے آپ پر۔

(روح البیان پ ۱۶/ ۲۱)

مؤلف کی علمی قابلیت بھی قابل داد ہے۔ کہ عبارت تو (لما عاد من حجۃ الوداع) جس کا معنی ہے کہ جب آپ حجۃ الوداع سے لوٹے یعنی واپس آئے مؤلف صاحب لکھتے ہیں کہ جب حجۃ الوداع کے لئے تشریف لائے۔ اب مؤلف کی خیانت دیکھئے۔ پورا متن

عربی متن حسب ذیل ہے۔

قد جآء فی بعض الروایات ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما عاد من حجۃ الوداع احی اللہ لہ ابویہ وعمہ فآمنوا بہ کما سبق فی سورۃ التوبۃ (روح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

تحقیق بعض روایات میں آیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین اور چچا کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے جیسا کہ سورہ توبہ میں گزرا۔

اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کما سبق فی سورۃ التوبۃ کا مفہوم یہ ہے کہ ان روایات کی حقیقت سورۃ توبہ میں ذکر کر آئے ہیں۔ جب سورۃ توبہ کی عبارت کی طرف رجوع کیا گیا تو وہاں لکھا ہے کہ ہم نے والدین کریمین اور ابوطالب اور عبدالمطلب کے ایمان کے متعلق سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کے قول ولا تسئل عن اصحاب الجحیم کے تحت سیر حاصل بحث کی ہے (روح البیان جلد ۳ سورۃ توبہ صفحہ ۵۲۳) اور سورۃ بقرہ کی بحث قریب ہی آپ مطالعہ فرما چکے ہیں جس میں ابوطالب اور عبدالمطلب کے ایمان کا نام و نشان تک نہیں۔

تفسیر کبیر کی عبارت میں قطع برید

مولف صاحب فرماتے ہیں بحوالہ امام رازی صاحب تفسیر کبیر زیر آیت انک لا تھدی۔ المسئلۃ الاولی لا دلالۃ فی ظاھرھا علی کفر ابی طالب (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۲۹) (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۹۹)

ترجمہ: "پہلا مسئلہ نہیں کوئی دلیل ظاہر میں کفر ابی طالب پر اس آیت میں" (ایمان ابی طالب صفحہ ۵۱)

میں کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث کے متعلقات یعنی تفاسیر اور شارحین حدیث کی کتابیں

پڑھنا اور سمجھنا ہر لنڈی ذہنی کا کام نہیں۔ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قید لگانا کہ آیت کا ظاہر کفر ابی طالب پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آیت کا باطن ضرور کفر ابی طالب پر شاہد ہے۔ یعنی اگر اس آیت مبارکہ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو ابی طالب کا کفر ثابت ہوتا ہے۔ اس ہی لئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے (لا دلالۃ فی ظاھرھا علی کفر ابی طالب) کہنے کے بعد تقریباً صفحہ کا چوتھا حصہ اس کے ثبوت میں سیاہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

تفسیر کبیر کی پوری عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

ھٰذہ الاٰیۃ لا دلالۃ فی ظاھرھا علی کفر ابی طالب ثم قال الزجاج اجمع المسلمون علی انھا نزلت فی ابی طالب۔

ترجمہ: اگرچہ اس آیت کا ظاہر کفر ابی طالب پر دلالت نہیں کرتا پھر بھی زجاج نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اب اس عبارت سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ آیت ظاہری طور پر تو کفر ابی طالب کی دلیل نہیں۔ لیکن زجاج کے قول کے مطابق ابوطالب کا ہدایت سے محروم رہنا ثابت ہوتا ہے۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وذالک ان ابا طالب قال عند موتہ یا معشر بنی عبد مناف اطیعوا محمدا وصدقوہ تفلحوا وترشدوا فقال علیہ السلام یا عم تامرھم بالنصح لانفسھم وتدعھا لنفسک قال ما ترید یا ابن اخی قال ارید منک کلمۃ واحدۃ فانک فی آخر یوم من ایام الدنیا ان تقول لا الٰہ الا اللہ اشھد لک بھا عند اللہ تعالیٰ قال یا ابن اخی قد

علمت انک صادق ولکنی اکرہ ان یقال فزع عند الموت ولولا ان یکون علیک وعلی بنی ابیک غضاضۃ ومسبۃ لقلتھا ولاقررت بھا عینیک عند الفراق لما اری من شدۃ وجدک ونصحک ولکنی سوف اموت علی ملۃ الاشیاخ عبد المطلب وھاشم وعبد مناف۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۹۱۸)

ترجمہ: (زجاج کے قول کا سبب یہ ہے) کہ ابوطالب نے مرتے وقت کہا کہ اے بنی عبدمناف محمد کا کہنا مانو اور اس کی تقلید کرو فلاح و رشد پاؤگے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا ان کو نصیحت کرتے ہو اور آپ اس نصیحت سے باز رہتے ہو۔ ابوطالب نے کہا۔ اے میرے بھائی کے بیٹے تو کیا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا تیری زندگی کا آخری روز ہے تو یہ کہہ دے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کلمہ کی گواہی اللہ کے ہاں میں دے دوں گا۔ ابوطالب نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے۔ میں جانتا ہوں کہ تو سچا ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ یہ کہا جائے کہ موت سے ڈر گیا۔ اور اگر یہ بات تجھ پر اور تیرے چچا کی اولاد پر ذلت و خواری کا سبب نہ ہوتی تو میں کہہ دیتا اور جدائی کے وقت تیری آنکھ ٹھنڈی کرتا کیونکہ تو میرا زبردست خیرخواہ ہے۔ لیکن میں عنقریب اپنے بزرگوں عبدالمطلب اور ہاشم اور عبدمناف کے دین پر ہی مروں گا۔

یہ ہے امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت جس میں انہوں نے زجاج کے قول کی صداقت بیان فرمائی ہے۔ لیکن اس عبارت کو اپنے خلاف سمجھتے ہوئے مولف نے

نظر انداز کر دیا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ابو طالب کا قول (قد علمت انک صادق) کہ میں جانتا ہوں کہ تو سچا ہے۔ اس سے کوئی یہ دھوکا نہ کھائے کہ جب ابو طالب اقرار کرتا ہے کہ آپ سچے ہیں تو اس کے ایمان و اسلام میں کیا شک۔ کیونکہ آپ کو سچا سمجھنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب عالیہ یعنی رسالت کا اقرار نہ کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں اور ابو طالب کو ایماندار جاننے والوں کو بھی علم ہے کہ ابو طالب نے رسالت کا زمانہ پایا ہے لیکن اس زمانہ میں کبھی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا رسول اللہ یا یا نبی اللہ" کہہ کر نہیں بلایا احادیث میں صرف یہی ملتا ہے "اے میرے بھائی کے بیٹے" یا "اے میرے بیٹے"۔ ورنہ تو اگر آپ کو سچا جاننا ہی ایمان ہے تو قرآن مجید فرماتا ہے کہ یعرفونه کما یعرفون ابناءھم کفار آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں (کہ آپ سچے رسول ہیں) جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ تمام کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانتے پہچانتے تھے لیکن پھر بھی وہ کافر اور جہنمی ہیں۔

تفسیر نعیمی کی عبارت کی وضاحت

مولف صاحب لکھتے ہیں۔ بحوالہ تفسیر نعیمی:

"فتویٰ کفر کے لئے یقین چاہیے ابو طالب کی کفر پر موت بھی احادیث سے ثابت۔ جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا اور پھر اس میں بڑے بڑے علماء کا اختلاف ہے۔" (تفسیر نعیمی پ۱) (ایمان ابو طالب صفحہ ۵۲)

مولف صاحب بھلا اتنے بڑے فقیہہ کی بات کیسے سمجھ سکتے ہیں جن کو ملک کے اہل سنت علماء نے حکیم الامت کا خطاب دیا ہو۔ آپ کی عبارت سے اتنا تو ضرور

ثابت ہے کہ ابو طالب کی موت تو کفر پر ہی ہوئی ہے۔ چونکہ دلائل اور نصوص سب اخبار احاد ہی ہیں جو کہ قطعیت کا افادہ نہیں کرتے۔ اس لئے ابو طالب کو کافر نہ ماننے والے پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں ہو سکتا کیونکہ کفر کے فتویٰ کے لئے دلائل و نصوص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہونے چاہئیں۔ وہ صرف قرآن مجید اور حدیث متواتر ہی ہے۔ باقی رہا ابو طالب کے متعلق حضرت قبلہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ وہ ملاحظہ ہو۔

مفتی احمد یار خاں صاحب مرحوم اور ایمان ابی طالب

نمبر۱ فلا یخفف عنھم العذاب

پ۱ بقرہ آیت نمبر ۸۶ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

"اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کفار کے سرداروں کا عذاب کبھی ہلکا نہ ہوگا۔ اگرچہ بعض ماتحت کفار کا عذاب کسی وجہ سے ہلکا ہو جائے۔ جیسے ابو طالب کا عذاب اس لئے ہلکا ہے کہ انہوں نے حضور کی خدمت کی۔"

(نور العرفان حاشیۃ القرآن صفحہ ۲۰)

مذکورۃ العبارت میں آپ نے ابو طالب کو کافر فرمایا ہے۔

نمبر۲۔ وقدمنا الیٰ ما عملوا من عمل فجعلنه ھباءً منثورا"

پ۱۹ الفرقان آیت ۲۳ حاشیہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

"بعض کفار کی بعض نیکیوں کی وجہ سے عذاب ہلکا ضرور ہوگا جیسے ابو طالب حضور کی خدمت کی وجہ سے جہنم سے باہر معذب ہوں گے۔"

اس عبارت میں بھی ابو طالب کا شمار کفار میں کیا گیا ہے۔

نمبر ۳ انک لا تہدی پ۲۰ القصص آیت ۵۶ حاشیہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

"یہ آیت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کی وفات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ چچا کلمہ پڑھ لو تاکہ میں قیامت میں تمہارا گواہ ہو جاؤں۔ انہوں نے جواب میں دو شعر پڑھے یعنی میں جانتا ہوں کہ دین محمدی سب دینوں سے بہتر ہے اگر ملامت اور گالیوں کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس دین کو قبول کر لیتا۔ یہ کہہ کر ابو طالب کی وفات ہو گئی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ ابو طالب دل سے حضور کی حقانیت جانتے مانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے حضور کی بہت شاندار نعتیں فرمائیں۔ مگر چونکہ بوقت مطلبہ زبان سے اقرار نہ کیا اس لئے ان کا ایمان شرعاً معتبر نہ ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سنت کے مطابق کفن دفن نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اقرار زبانی شرعی ایمان کے لئے شرط ہے (اذا فات الشرط فات المشروط)

دوسرے یہ کہ بغیر ایمان کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ ابو طالب نے حضور کی ایسی خدمتیں کی ہیں کہ سبحان اللہ۔ مگر ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے وہ جنتی نہ ہوئے۔ خیال رہے کہ ابو طالب کے ایمان میں اہل سنت میں اختلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ شرعاً مومن نہ تھے۔"

اس کے بعد مفتی صاحب مرحوم تفسیر روح البیان کی عبارت جس کی کلی ہم نے قریب ہی کھول دی ہے ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ

"بہر حال ابو طالب کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ وہ شرعاً مومن نہیں"

حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں صاحب کے فیصلہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ ابو طالب کا ایمان ثابت کرنا شریعت مطہرہ کی مخالفت ہے۔ مولف صاحب نے مفتی صاحب مرحوم کا جو حوالہ دیا ہے اپنی ناسمجھی کی بنا پر دیا ہے۔ خود تو دھوکہ کھایا ہی تھا دوسروں کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ لوگ سمجھیں گے کہ مفتی صاحب مرحوم بھی ایمان ابو طالب کے قائل تھے۔

عینی شرح بخاری کی عبارت اور مولف کی جہالت

مولف صاحب لکھتے ہیں

وقال القرطبی وقد سمعت ان اللہ احی عمہ اباطالب فآمن وروی السہیلی فی الروض بسندہ ان اللہ ..... ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و آباءہ فآمنا بہ۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۸ ص ۲۶۹)

(ایمان ابی طالب صفحہ ۵۳)

اور فرمایا قرطبی نے اور بے شک سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کو زندہ فرمایا پس وہ ایمان لائے اور روایت بیان کی سہیلی نے اپنی کتاب الروض میں سند کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ اور آپ کے آباؤ اجداد کو ..

..... پس وہ ایمان لائے۔

مولف صاحب سے اس مقام پر پانچ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو کو تو سہواً سمجھ کر درگزر کیا جا سکتا ہے لیکن تین تو سراسر جہالت پر مبنی ہیں۔

سہواً غلطی ۱ کہ ان اللہ کے بعد لفظ احی نہیں لکھا

۲ ترجمہ میں بھی آباؤ اجداد کو زندہ فرمایا لکھنا بھول گئے

جہالت ۱۲ اباہ کے الف پر مد ڈال دی حالانکہ یہ واحد ہے اب مضاف ہے
کا ضمیر کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ جو طالب علم نحو میر وغیرہ بھی پڑھے
ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ لفظ اب حالت رفعی میں اور نصبی میں اور جری میں کسطرح
لکھا جاتا ہے۔

مثلاً اگر جملہ یہ ہو کہ بکر کا باپ آیا اس جملہ میں لفظ باپ فاعل واقع ہے لہذا
حالت رفعی میں یوں لکھا جاتا ہے جاءَ ابو بکر یعنی حالت رفعی واؤ کے ساتھ آتا ہے۔
اور اگر جملہ یہ ہو کہ میں نے بکر کے باپ کو دیکھا اس جملہ میں لفظ باپ مفعول واقع
ہے لہذا حالت نصبی میں یوں لکھا جاتا ہے رایت ابا بکر یعنی حالت نصبی الف کے
ساتھ آتا ہے۔

تیسری حالت اس کی حالت جری ہے مثلاً میں بکر کے باپ کے پاس سے گزرا
یہاں پر لفظ باپ مجرور ہے لہذا یوں لکھا جائے گا مررت بابی بکر یعنی حالت جری
میں ی کے ساتھ آتا ہے۔

اصل میں عبارت ہے۔

ان اللہ احیٰ ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا ہ یہاں لفظ اب
فعل احیٰ کا مفعول واقع ہے۔ لہذا حالت نصبی میں الف سے آیا ہے اور جب
بصورت جمع لکھا جاتا ہے تو اٰبا یعنی الف پر کھڑی زبر آتی ہے اور اسی طرح لفظ
امٰ الف پر کھڑی زبر آتی ہے نہ کہ مد۔ مؤلف صاحب کے نزدیک کھڑی زبر
اور مد میں کوئی فرق نہیں۔

عربی عبارت میں دھوکہ دینے کے لئے تو واحد کو جمع بنانے کی کوشش کی اور
اردو ترجمہ میں آبا کے ساتھ اجداد کا لفظ اور بڑھا دیا لیکن یہ نہیں سوچا کہ میں جو ترجمہ کر
رہا ہوں کہ آپ کے آباؤ اجداد کو زندہ کیا یہ تو جمیع آباؤ اجداد کو شامل ہے نہ صرف ابوطالب

کو ـــــ یہ تو تھی مؤلف صاحب کی علمی قابلیت۔ اب سنیئے استدلال کی حقیقت
علامہ قرطبی کا یہ فرمانا کہ میں نے سنا ہے کہ ابوطالب کو زندہ کیا گیا اس سے یہ کیسے ثابت
ہوا کہ علامہ قرطبی اس قول کے مصدق بھی ہیں حالانکہ وہ جابجا اس کا رد کرتے جس میں سے
آپ کا ایک حوالہ مختصر تذکرہ کی عبارت پر بحث کے دوران نقل کیا گیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کی عبارت میں خیانت

مؤلف لکھتا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن ہم اپنے باپ کی اور ماں کی اور چچا کی شفاعت فرمائیں گے

(خصائص کبریٰ ج۲ ص۲۷ مسالک الحنفا صفحہ ۲۱ الدرج المنیفہ صفحہ ۶)

(ایمان ابی طالب صفحہ ۵۳)

مؤلف صاحب نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کر کے تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے

۱۔ خصائص کبری ۲۔ مسالک الحنفا ۳۔ الدرج المنیفہ

یہ تینوں کتابیں سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات سے ہیں لیکن مؤلف کی
دیانت بھی قابل داد ہے کہ کسی کتاب کی بھی عبارت [illegible] ہیں کی۔ ہم تینوں
کتابوں کا عربی متن علیحدہ علیحدہ نقل کرتے ہیں تاکہ مؤلف [illegible] اری کا قارئین
حضرات کو اندازہ ہو جائے۔

خصائص کبریٰ کی عبارت

واخرج تمام فی فوائدہ وابن عساکر عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی کان فی الجاہلیۃ قال تمام فی اسنادہ الولید بن سلمۃ منکر الحدیث

(خصائص کبریٰ مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۸۷)

خط کشیدہ عبارت از روئے خیانت ہضم کر لی گئی کیونکہ اس حدیث کے منکر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

"مسالک الحنفا" کی عبارت

اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی کان فی الجاہلیۃ۔ اوردہ المحب الطبری وھو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ وقال ان ثبت فہو مأول فی ابی طالب علی ما ورد فی الصحیح من تخفیف العذاب عنہ بشفاعتہ انتہیٰ۔ وانما احتاج الی تاویلہ فی ابی طالب دون الثلاثۃ ابیہ وامہ واخیہ یعنی من الرضاعۃ لان ابا طالب ادرک البعثۃ ولم یسلم والثلاثۃ ماتوا فی الفترۃ

(مسالک الحنفا صفحہ ۱۴)

ہماری خط کشیدہ عبارت از روئے خیانت اس لئے ترک کی گئی ہے کہ اس حدیث

کے نقل کرنے والے صاحب تمام الرازی کے نزدیک یہ حدیث یقینی طور پر ثابت ہی نہیں اسی لئے آپ نے فرمایا "ان ثبت" اور پھر اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو ابوطالب کی شفاعت کی حقیقت صرف اتنی ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ کیونکہ باوجود زمانہ بعثت پانے کے اس نے کلمہ نہیں پڑھا۔

الدرج المنیفہ کی عبارت میں خیانت

فقد صرح بعض العلماء فی حدیث اخرجہ الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی ابو طالب واخ لی کان فی الجاہلیۃ اوردہ المحب الطبری وھو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ وقال ان ثبت فہو مأول فی ابی طالب علی ما ورد فی الصحیح من تخفیف العذاب عنہ بشفاعتہ انتہیٰ، فاحتاج الی تاویلہ فی ابی طالب لانہ ادرک البعثۃ ولم یسلم۔

(الدرج المنیفہ صفحہ ۷)

ایسے عبارت سے بھی شفاعت ابی طالب کے متعلق فیصلہ کن عبارت کو از روئے خیانت چھوڑ دیا گیا ہے۔ شاید مؤلف صاحب کے نزدیک خیانت بھی ادلہ شرعیت میں سے ہے۔

معارج النبوۃ کی عبارت میں مکروفریب

(ایمان ابی طالب صفحہ ۵۱)

در وقائع سال دوم از نبوت

نبوت کے دوسرے سال کے واقعات

آنگاہ حال او تغیر یافتہ۔ زبان در دہان مے جنبانید۔ عباس رضی اللہ عنہ گوش خود نزدیک دہان او کرد وگفت اے برادر زادۂ من آں کلمہ کہ تو اورا بگفتن آں دلالت می نمودی مے گوید

میں ہے کہ حضرت ابوطالب پر جب نزع کا وقت طاری ہوا اور ان کی زبان حرکت کر رہی تھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے کان ان کے لبوں کے قریب کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اے میرے بھائی کے بیٹے جو کلمہ آپ ابوطالب کو فرماتے تھے اس کا اس نے اظہار کر دیا ہے۔

۲۔ محمد بن اسحاق کہ از کبار مورخین و ارباب سیر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم است گوید اگرچہ ابوطالب در عرض کلمہ ابا کرد۔ اما در آخر آہستہ بگفت چنانچہ عباس شنید فاما از غایت خلوص نتوانست کہ اہل مجلس را شنود واین حدیث در دلائل نبوت ایراد فرمود

محمد بن اسحاق کبار مورخین اور سیرت نگاروں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر ابوطالب نے کلمہ کا نہیں کیا تاہم آخر پر انہوں نے آہستگی سے اقرار کر لیا تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سنا نہایت مدہم آواز تھی جو دوسروں تک نہ پہنچ سکی اور یہ حدیث دلائل النبوہ میں بیان کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۱ میں از روئے نقل کے غلطی کی ہے کہ گوش خود نزدیک دہان او کرد لکھا ہے حالانکہ کرد کی بجائے بردہ ہے کرد اور بردہ میں جو فرق ہے وہ اہل علم پر ظاہر ہے۔

حوالہ نمبر ۲ میں ایک غلطی از روئے نقل کے ہے اور ایک معنوی خیانت۔

غلطی تو یہ ہے کہ در عرض کلمہ کے درمیان لفظ حین نہیں لکھا۔ اصل میں عبارت دُ حین عرض کلمہ ہے۔ اور خیانت یہ ہے کہ اصل فارسی متن میں عبارت یوں ہے۔ چنانچہ عباس شنید فاما از غایت ضعف نتوانست کہ اہل مجلس را شنواند (معارج النبوہ رکن سوم باب سوم فصل دوم صفحہ ۶۹) اور مولف صاحب نے از غایت ضعف کی جگہ از غایت خلوص کر دیا۔ اور اردو ترجمہ میں از غایت خلوص کا ترجمہ کرنا چھوڑ گئے۔ حالانکہ شریعت پاک کا یہ ضابطہ ہے کہ جن معاملات میں اظہار ضروری ہے ان کو از روئے خلوص چھپانا گناہ ہے مثلاً نماز باجماعت کا حکم ہے اگر کوئی یہ کہے کہ باجماعت نماز پڑھنا ریاکاری ہے اور گھر کے اندر چھپ کر پڑھ لینا خلوص ہے تو اس خلوص کا متوالا عنداللہ مجرم ہے۔

معارج النبوۃ کا تیسرا حوالہ اور اس میں خیانت

ایمان ابی طالب صفحہ ۳۲ مولف صاحب لکھتے ہیں۔

" اہل بیت کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ حضرت ابوطالب کا انتقال ایمان کے ساتھ ہوا ہے۔ ہم جس کتاب کا حوالہ پیش کرنے والے ہیں اس کے متعلق قطب الاقطاب آفتاب ولایت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہ العزیز شرقپوری اپنے ایک مطبوعہ مخطوط میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایمان و ایقان کی جلا کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے

• معارج النبوۃ

از اہل بیت ایشاں کہ اتفاق دارند بر آنکہ ابوطالب

اہل بیت سے ہے کہ ان تمام کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ حضرت ابوطالب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایمان کے ساتھ انتقال فرمایا ہے۔	بایمان رفتہ۔

اس سے کے چند سطر بعد مولف صاحب لکھتے ہیں۔ اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ان کے ایمان کے بارے میں اتفاق ثابت ہو جانے کے بعد مزید کسی دوسری دلیل کی احتیاج ہی باقی محسوس نہیں ہوتی۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر اہل بیت نبوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے صحیح سند کے ساتھ ایمان ابی طالب پر اتفاق و اجماع ثابت ہو جائے تو ہمیں کیا تکلیف ہے بلکہ چشم ما روشن دل ما شاد۔

اہل بیت کے اجماع والی روایت اہل سنت کی کسی کتاب میں بھی نہیں۔ یہ صرف رافضیوں کی گھڑی ہوئی بات ہے ایں اور اس کے علاوہ معارج النبوۃ کے حوالوں کا رد صاحب معارج النبوۃ ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

ایمان ابی طالب کے عقیدہ کی تردید از کتاب معارج النبوۃ

علامہ معین کاشفی فرماتے ہیں۔

" آنگاہ حال او تغیر یافتہ زبان در دہان ے جنبانید عباس رضی اللہ عنہ گوش خود نزدیک دہان او بردہ گفت اے برادر زادہ من آں کلمہ کہ تو او را بگفتن آں دلالت ے نمودی می گوید۔ محمد بن اسحاق کہ از کبار مورخین و ارباب سیر حضرت سید المرسلین است صلی اللہ علیہ وسلم میگوید کہ گرچہ ابوطالب در حین عرض کلمہ ابا کرد اما در آخر آہستہ بگفت چنانچہ عباس شنید فاما از غایت ضعف نتوانست کہ اہل مجلس را شنوند و ایں حدیث در دلائل النبوۃ ایراد فرمودہ۔

نقل ست از اہل بیت کہ ایشاں اتفاق دارند بر آنکہ ابوطالب بایمان رفتہ ولیکن ایں روایت مخالف اہل سنت و جماعت است و دلائل دالہ بر نقیض ایں بسیار است:

دلیل اوّل: آنکہ چوں ابوطالب وفات یافت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد و گفت عمک الشیخ الضال قد مات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در گریہ در آمد و گفت برو و او را غسل دہ و تکفین و تجہیز او بجا می آر۔ فرمود انہ مات مشرکا" فرمود اذھب فوارہ غفر اللہ لہ و رحمہ برو بپوشان او را بیامرزد خدائے تعالیٰ او رحمت کند خدائے بروے و من از برائے او آمرزش خواہم خواست مگر مرا ازیں آمرزش نہی کنند۔ روایت است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغایت ملول شد بر مفارقت ابوطالب و بگریست و ہمراہ جنازہ اش میرفت و میفرمود اے عم من صلہ رحم بجا می آوردی و در حق من ہیچ تقصیر نکردی ترا خدا تعالیٰ جزائے خیر دہد۔

بالجملہ سخن حضرت امیر کہ فرمود عمک الشیخ الضال قد مات و آنکہ فرمود انہ مات مشرکا" دلیل ست بر موت ابوطالب بر کفر

دلیل دوم: چوں ابوطالب را دفن کردند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از عقب جنازہ او بازگشت بنا بر وعدہ کہ فرمودہ بود مرا ابوطالب را در حالت رفتن کہ از برائے تو آمرزش خواہم طلبید چند روز خانہ رفت واز خانہ بیروں نیامد و پیوستہ آمرزش میخواست صحابہ چوں معلوم کردند" کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از برائے ابوطالب آمرزش میخواہد ایشاں نیز از

برائے آباؤ امہات خویش کہ در کفر انتقال نمودہ بودند باستغفار اشتغال نمودند وحال آنکہ ابراہیم علیہ السلام از برائے پدر خود آمرزش خواست حق تعالیٰ ایت فرستاد کہ ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ

دلیل سوم:۔ در صحیح بخاری ومسلم نقل از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بر کفر ابی طالب بن عبد المطلب آوردہ اند کہ نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ پدرم گفت نزد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفتم وگفتم یا رسول اللہ ابوطالب نیک خواہ تر بود وترا حامی ووالی بود از برائے تو با قریش تعصب نمود ہیچ نفعی بودے از مہر خدمت ہائے تو عائد خواہد گشت حضرت فرمود آری در ضحضاحیست از آتش واگر بجہت خاطر من نبودی در درک اسفل بودے از دوزخ۔

دلیل چہارم:۔ منقولست از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ فرمود اھون الناس عذابا یوم القیامۃ ابی طالب لہ شراکان من النار یغلی منھما دماغہ یعنی عذاب ابوطالب آسان تر باشد روز قیامت از عذابہائے کافران دیگر مراد را دو نعلین باشد از آتش درپا کہ می جوشد از حرارت آں نعلین مغز در سرے وے واو را منظر آں باشد کہ ہیچکس را بشدت

عذاب او عذاب نباشد

علامہ معین کاشفی کا فیصلہ: بعض علما گفتہ اند کہ کفر بر چہار نوع است کفر انکار، وکفر جحود، وکفر نفاق وکفر عناد اما کفر انکار آں است کہ خدا تعالیٰ را نشناسد نہ بدل ونہ بزبان وکفر جحود آنست کہ خدا تعالیٰ بدل شناسد اما بزبان اقرار نکند چنانکہ کفر ابلیس وکفر یہود۔ بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ فلما جآءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ جحود وکفر نفاق آنست کہ بزبان اقرار بخدا تعالیٰ کند اما بدل اعتقاد نکند وکفر عناد آنست کہ بدل خدا تعالیٰ را شناسد و بزبان اقرار بخدا تعالیٰ کند ومنقاد وتسلیم حکم او نگردد ہمچو کفر ابوطالب کہ گفت لقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریۃ ومقرر است کہ ہر کس متصف بیکے ازیں انواع اربعہ خواہد باشد از تحت مغفرت الہی جل وعلا بیرون است

(معارج النبوۃ رکن سوم باب سوم فصل دوم صفحہ ۶۹-۷۰)

ترجمہ متن فارسی معارج النبوۃ

جب ابوطالب کی حالت متغیر ہوئی وہ اپنے منہ میں زبان ہلاتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا کان اُن کے قریب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہنے لگے اے میرے بھتیجے جو کلمہ آپ نے ابوطالب کو پڑھنے کو کہا تھا وہ اس نے پڑھ لیا ہے۔

محمد بن اسحاق جو کہ کبار مورخین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

لکھنے والوں میں سے ہیں کہتے ہیں کہ ابوطالب نے اگرچہ بوقت مطالبہ کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا لیکن آخر وقت کلمہ پڑھ لیا تھا۔ چنانچہ عباس نے سن بھی لیا تھا لیکن انتہائی کمزوری کی وجہ سے ابوطالب مجلس کو نہ سنا سکے۔ یہ حدیث کتاب دلائل النبوۃ میں موجود ہے اہل بیت سے منقول ہے کہ وہ اتفاق رکھتے ہیں اس بات پر کہ ابوطالب باایمان دنیا سے گئے ہیں۔

اس کے بعد صاحب معارج النبوۃ فرماتے ہیں

اہل بیت کے اتفاق والی روایت اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے اور ایمان ابی طالب کے خلاف دلالت کرنے والے دلائل بہت ہیں۔

دلیل اوّل: یہ ہے کہ جب ابوطالب نے وفات پائی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا جاؤ جا کر اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔ علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا وہ تو مشرک مرا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اسے دفن کرو اللہ تعالیٰ اسے بخشے اور اس پر رحم فرمائے۔

یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کی جدائی کا انتہائی غم ہوا اور آپ رو دیے اور اس کے جنازہ کے ہمراہ گئے اور فرمایا اے چچا تو نے صلہ رحمی کی اور میرے حق میں کوئی تقصیر نہ کی۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔

خواہ کچھ بھی ہو۔ حضرت امیر المومنین کا فرمان کہ آپکا چچا گمراہ فوت ہو

گیا اور یہ فرمانا کہ وہ مشرک مرا ہے۔ یہ ابوطالب کے کفر پر دلیل ہے

دلیل نمبر ۲: جب ابوطالب کو دفن کر دیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے جنازہ سے واپس لوٹے تو از روئے وعدہ جو ابوطالب کے مرتے وقت آپ نے کیا تھا کہ میں تیرے لئے بخشش طلب کروں گا۔ چند روز آپ گھر ہی میں رہے اور ابوطالب کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہے۔ جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب کے لئے دعا بخشش کرتے ہیں تو انہوں نے بھی اپنے مرے ہوئے ماں باپ جو حالت کفر میں مرے تھے کے لئے بخشش مانگنی شروع کر دی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ماکان للنبی والذین امنوان یستغفروا للمشرکین ولو کانو اولی قربیٰ (الآیت)

دلیل نمبر ۳: ابوطالب کے کفر کے متعلق صحیح بخاری ومسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میرے والد عباس کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابوطالب آپکا خیرخواہ اور حامی تھا آپ کی وجہ سے قریش سے تعصب رکھتا تھا۔ کیا آپ کی خدمات نے اسے کوئی نفع دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اب وہ جہنم کے ہلکے عذاب میں ہے اگر میری خدمات نہ ہوتیں تو وہ جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

دلیل نمبر ۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے اہل جہنم میں

سے سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہے۔ بروز قیامت اُسے آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی حرارت سے اس کا دماغ جوش کھائے گا (ملخصاً)

اس کے بعد علامہ معین کاشفی لکھتے ہیں۔
بعض علماء نے کہا ہے کہ کفر کی چار قسمیں ہیں۔ کفر انکار، کفر جحود
کفر نفاق، کفر عناد۔

کفر انکار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اقرار نہ دل سے ہو نہ زبان سے
کفر جحود یہ ہے کہ دل سے اللہ تعالیٰ کا اقرار ہو مگر زبان سے انکار
جیسا کہ کفر ابلیس اور کفر یہود کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلما جاءھم ما
عرفوا کفروا بہ
کفر نفاق یہ ہے کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کا اقرار ہو اور دل سے انکار
کفر عناد یہ ہے کہ دل سے اللہ تعالیٰ کا اقرار ہو اور زبان سے اقرار
ذکر ے اور اس کا فرماں بردار بھی نہ ہو۔ ابوطالب کا کفر اسی آخری
قسم کا ہے کہ اس نے کہا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ دین محمد سب دینوں
سے اچھا دین ہے اور یہ ضابطہ ہے کہ ان چاروں قسموں میں سے کسی قسم
کا بھی کافر ہو وہ بخشا نہیں جا سکتا۔ معارج النبوہ کی فارسی عبارت
بعینہ نقل کی گئی ہے اور اس کا خلاصہ مطلب اردو میں عرض کر دیا گیا ہے۔

علامہ معین کاشفی کا فیصلہ

علامہ صاحب نے ابوطالب کے ایمان کی جس جس روایت سے بھنک بھی
آئی تھی اُن سب کا ذکر کرکے اور رافضیوں کی روایت جسمیں اتفاق اہل بیت کا

ذکر ہے وہ بھی تحریر کرکے چار ٹھوس دلائل کے ساتھ سب کو مردود قرار دے
کر ثابت کر دیا کہ ابوطالب کا کفر، کفر عناد ہے۔
ہمارا خیال ہے کہ کوئی بھی ایماندار ایسا نہ ہوگا جو میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شرقپوری کے فرمان کے مطابق اپنے ایمان کی بقا و بقا کے لئے معارج النبوۃ کا فیصلہ
قبول نہ کرے۔

سید المحققین سرتاج المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت میں خیانت

مولف صاحب لکھتے ہیں
معارج النبوہ شریف دیگر روایات کے علاوہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی یہ
حدیث بھی نقل فرماتے ہیں۔

نیز می آرند کہ عباس سر خود را نزد او برد و شنید از وے کلمہ شہادت و حضرت رسانید پس گفت اسلم عمک یا رسول اللہ پس خوش حال شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵)	نیز حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سر حضرت ابوطالب کے لبوں کے قریب لے گئے اور ان سے کلمہ شہادت سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے چچا نے اسلام قبول کر لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش ہوئے (ایمان ابی طالب صفحہ ۵۵)

فارسی عبارت کے ترجمہ میں مولف صاحب کے تصرفات ملاحظہ ہوں۔
ا۔ می آرند کا ترجمہ چھوڑ کر نیز کا تعلق عباس سے جوڑ دیا۔ جس سے اصل مقصد
ہی فوت ہو گیا۔

۱۔ ابوطالب کے نام کے ساتھ حضرت کا لفظ فارسی متن میں نہیں ہے۔ صرف یہ ظاہر کرنے کو لکھا گیا ہے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی بھی ابوطالب کا نام ادب سے لیتے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔

۲۔ فارسی متن میں ہے اسلم عمک یا رسول اللہ اور ترجمہ میں یا رسول اللہ ہضم کر گئے۔ کیونکہ یہ یا رسول اللہ کا جملہ اس روایت کے باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو فرما رہے ہیں وہ خود حالت کفر میں ہیں وہ یا رسول اللہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یا رسول اللہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانا تو مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔ اسی لئے ابوطالب نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر نہیں بلایا۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے اس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول "یا ابن اخی" ہے یعنی "اے میرے بھتیجے"

اس باطل روایت کا ماقبل ملاحظہ فرمادیں۔

فارسی	ترجمہ
علمائے حدیث می آرند کہ دلالت دارند بر عدم قبول واز عاں وے دعوت اسلام را و نیز می آرند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت وفات بر سروے رفت و دعوت کرد۔ واقع نشد ازوے اجابت و نیز می آرند کہ عباس سر خود را نزد او برد و شنید ازوی کلمہ شہادت و بحضرت برسانید پس گفت اسلم عمک یا رسول اللہ پس خوش حال شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واللہ اعلم	علماء حدیث ایسی احادیث بھی لائے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ابوطالب نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اور ایسی احادیث بھی لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات ابوطالب اس کو دعوت اسلام دی اور اس نے قبول نہیں کی اور یہ بات بھی لائے ہیں کہ عباس نے اپنا سر اس کے قریب لے جا کر اس سے کلمہ شہادت سنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا چچا مسلمان ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ تقطیع کلاں جلد ۲ صفحہ ۱۷)

یہ ہر قسم کی روایت نقل کر دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایمان ابوطالب والی روایات کے معتقد ہیں۔ اچھا لو اب شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا فیصلہ سن لو۔

ایمان ابی طالب کے متعلق شاہ عبدالحق صاحبؒ کا فیصلہ

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فارسی	ترجمہ
از اعمام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم غیر حمزہ و عباس مسلمان نشدہ اندو ابوطالب و ابولہب زمان اسلام را دریافتہ اما توفیق اسلام نیافتہ، جمہور علما بر ایں اند صاحب جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہل بیت آنست کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ واللہ اعلم بصحتہٖ۔	پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچوں میں سے سوائے حمزہ اور عباس کے کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ ابوطالب اور ابولہب نے اسلام کا زمانہ پایا لیکن اسلام کی موافقت نصیب نہ ہوئی جمہور علماء کے نزدیک یہی ثابت ہے۔ صاحب جامع الاصول لکھتا ہے کہ اہل بیت کا گمان ہے کہ ابوطالب دنیا سے مسلمان گیا ہے۔ اس بات کی صحت تو اللہ ہی جانتا ہے

(مدارج النبوۃ تقطیع کلاں جلد ۲ صفحہ ۲۸)

شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے تو فیصلہ ہی فرما دیا کہ جمہور علماء کے نزدیک ابو طالب مسلمان نہیں۔ اور اہل بیت کے گمان کو جو خواہ مخواہ اُن پاکیزہ ہستیوں کی طرف منسوب ہے یوں رد فرماتے ہیں کہ اس کی صحت تو اللہ ہی کو معلوم ہے یعنی محققین علماء کے نزدیک یہ بات ثابت نہیں۔

شیخ محدّث دہلوی کی کتاب ماثبت بالسنۃ کی عبارت میں خیانت

مولف صاحب نے ماثبت بالسنۃ کی عربی عبارت اور اردو ترجمہ میں بڑے دجل سے کام لیا ہے لکھتے ہیں۔

ان الحشویۃ تزعم انہ مات کافرا واستدل لدعواہ بما لا دلالۃ فیہ کذا فی المواھب وروی انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقول لہ عند موتہ یا عمّ قل لا الٰہ الا اللہ استحل لک بھا الشفاعۃ یوم القیامۃ فلما رای ابو طالب حرص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لہ یا ابن اخی لولا مخافتہ قریش انی انما قلتھا جزعا لقلتھا

فرقہ حشویہ کا کہنا ہے کہ ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتا ہے ان سے ابو طالب کا کافر رہنا ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور مواہب لدنیہ میں بھی یہی مفہوم تحریر ہے کہ ابو طالب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے چچا جان آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت میرے لئے جائز ہو جائے ابو طالب نے حضور کی اس خواہش پر کہا کہ اگر قریش کے اس طعن کا خوف نہ ہوتا کہ موت کے

اقول لھا کذا فی روایۃ ابن اسحاق انہ اسلم عند الموت واجیب بانہ مخالف لما صح من موتہ علی ملۃ عبد المطلب والکلام فیہ طویل واللہ الحق وھو یھدی السبیل۔

ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں ضرور پڑھ لیتا۔ البتہ آپ کی خواہش پر پڑھ لیتا ہوں۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ابو طالب انتقال کے وقت اسلام لے آئے۔ تو ان تمام روایات کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ابو طالب کی موت ملت عبد المطلب پر ہوئی اور اسی قول کو صحیح کہا گیا ہے۔ اس بارے میں بہت کلام طویل ہے اور حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کہلواتا ہے اور وہی راہ راست دکھاتا ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭ ٭

(ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۴۳ ایمان ابی طالب صفحہ ۵۵)

ماثبت بالسنۃ کی پوری عبارت

ابو طالب کا ایک شعر جو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس وقت کہا تھا جب آپ کے طفیل طلب باراں کی تھی۔ اس پر بحث کرتے ہوئے شاہ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

معرفۃ ابی طالب بنبوتہ جاء فی کثیر من الاخبار وتمسک بھا بعض الشیعۃ انہ کان مسلما واسعد مات علی الاسلام وان الحشویۃ تزعم انہ مات کافرا واستدل لدعواہ بما لا دلالۃ فیہ انتہی (یہاں تک کلام ابن حجر عسقلانی

کا نقل کیا ہے۔ کذا فی المواھب۔ وروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یقول لہ عند موتہ یا عم قل لا الٰہ الا اللہ کلمۃ استحل
لک بہا الشفاعۃ یوم القیامۃ فلما رأی ابو طالب حرص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ واللہ یا ابن اخی لولا
مخافۃ قریش انی انما قلتہا جزعًا لقلتہا لا اقولہا
الا لاسرک بہا فلما تقارب من ابی طالب الموت نظر
العباس الیہ یحرک شفتیہ فاصغی الیہ باذنیہ
فقال یا ابن اخی واللہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ
بہا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لم اسمع کذا فی روایت ابن اسحاق انہ
اسلم عند الموت واجیب بانہ مخالف لما صح من موتہ علی ملۃ عبد المطلب
والکلام فیہ طویل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۹۸ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ: ابو طالب کا آپ کی نبوت کا معترف ہونا تو بہت
سی حدیثوں میں آیا ہے۔ بعض روافض نے ان خبروں سے حجت لی
ہے کہ وہ مسلمان تھے اور یہ کہ وہ اسلام پر فوت ہوئے اور حشویہ کہتے
ہیں کہ وہ کفر پر فوت ہوئے اپنے اس دعویٰ پر ایسے دلائل لاتے ہیں
جس سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا۔ انتہیٰ (کلام ابن حجر عسقلانی) اسی
طرح مواہب لدنیہ میں ہے (یعنی جیسا ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے)
اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے وقت ان سے
فرمایا اے چچا پڑھیے لا الٰہ الا اللہ یہ کلمہ اسلام ہے تاکہ قیامت کے
دن تمہاری شفاعت کرنا مجھ پر حلال ہو۔ پس جب ابو طالب نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش دیکھی تو آپ سے کہا خدا کی قسم اے

میرے بھائی کے صاحب زادے اگر مجھے قریش کے اس طعنہ کا خوف
نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں کہہ دیتا۔
میں یہ کلمہ نہ کہتا مگر تمہاری خوشی کی خاطر۔ جب وقت مرگ قریب آیا
تو حضرت عباس نے کان اس سے لگا دیے اور کہا اے میرے بھائی
کے صاحب زادے! خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھا جس
کا آپ نے انہیں حکم فرمایا تھا۔ حضور نے فرمایا میں نے تو نہیں سنا
اسی طرح ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ بوقت وفات جناب ابو طالب
نے اسلام قبول کر لیا تھا؟ جواب دیا گیا کہ یہ اس صحیح روایت کے خلاف
ہے کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر فوت ہوئے اس بارے میں کلام بہت
طویل ہے۔ اللہ ہی حق کہلواتا اور ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔
(صفحہ ۹۹ ماثبت بالسنۃ مترجمہ حکیم غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ)
اور اس ترجمہ کی تصحیح کرنے والے جناب مفتی اعجاز ولی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور ہیں۔
اگر مؤلف صاحب کی نقل کردہ عربی عبارت اور اردو ترجمے کے تمام کیڑے نکالے
جائیں تو کلام طوالت پکڑ جائے گا صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ ماثبت بالسنۃ
سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ ابو طالب کے اسلام کے قائل صرف رافضی ہی ہیں اور
یہ بھی ثابت ہے کہ ابو طالب کی موت ملت عبد المطلب پر ہوئی ہے۔

ایک اہم سوال جس پر مؤلف صاحب نے بڑا زور دیا ہے۔

ابو طالب کا ملت عبد المطلب پر فوت ہونا تو احادیث سے اس طرح ثابت
ہے کہ جس کا کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔ ان کا یہ جملہ کہ فسوف اموت علی ملۃ

عبد المطلب کہ میں عنقریب ملۃ عبد المطلب پر مروں گا۔ احادیث سے بخوبی ثابت ہے۔ مولف صاحب نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ کیا ملۃ عبد المطلب کفر و شرک تھی جو کہ ابو طالب کا فر و مشرک مرا ہے۔

جواب :

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ عبد المطلب کی ملت کیا تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد سب ملتیں ختم ہو گئیں تھیں اب ملت کو آپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا ہی کفر ہے اور پھر نسبت بھی سید الانبیا علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کے مقابلہ میں ایک غیر نبی کی طرف یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابل آنے والے جادوگروں نے جب اللہ تعالیٰ کا اقرار کیا تو وہ الفاظ یہ تھے امنا برب العالمین رب موسیٰ وھارون ان کا ایمان قبول ہوا اور وہ اصحاب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے اور جنتی ہوئے۔ فرعون نے جب اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کیا تو الفاظ یہ تھے امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنو اسرائیل یعنی اس نے کہا کہ میں ایمان لایا کہ اس ذات کے سوائے کوئی معبود نہیں جس ذات پر بنو اسرائیل کا ایمان ہے۔ لیکن فرعون مومن نہ ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس نے توحید کی نسبت بنی اسرائیل کی طرف کر کے اقرار کیا لہذا مردود ہوا اور جادوگروں نے توحید کو اللہ تعالیٰ کے دو رسولوں کی طرف منسوب کر کے اقرار کیا لہذا مقبول ہوا۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ کہنا کہ میں ملت عبد المطلب پر مرتا ہوں یہ کفر ہے اس وقت سے لے کر آج تک اور آج سے قیامت تک وہی انسان مسلمان مرے گا جو ملۃ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرے۔ لہذا اگر ملۃ عبد المطلب سراسر توحید بھی ہو

تب بھی نبی اللہ کے مقابلہ میں اسے اختیار کرنا ہی کفر ہے۔

نوٹ :- مولف صاحب نے ماثبت بالسنۃ کی عبارت کے ترجمہ میں جو یہ جملہ لکھا ہے کہ ابو طالب نے کہا البتہ آپ کی خواہش پر کلمہ پڑھ لیتا ہوں یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ اصل عربی عبارت میں یہ بات بالکل نہیں ہے۔

شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں خیانت

مولف صاحب۔ صاوی حاشیہ جلالین شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں

وقیل انہ احی واسلم ثم مات ونقل ھذا القول عن بعض الصوفیۃ۔
صاوی ۱۸۳

اور کہا کہ انہیں زندہ کیا اور وہ اسلام لائے اور پھر فوت ہوئے اور یہ قول بعض صوفیاء نے نقل فرمایا ہے۔

عارف باللہ سیدی احمد الصاوی کی پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

وقیل انہ اُحیی فاسلم ثم مات ونقل ھذا القول عن بعض الصوفیۃ

اور کہا گیا ہے کہ اسے زندہ کیا گیا اور وہ اسلام لایا پھر فوت ہوا۔ اور یہ قول بعض صوفیاء سے نقل کیا گیا ہے۔

مولف صاحب کی یا تو یہ جہالت ہے ورنہ خیانت ضرور ہے کہ "قیل" جو کہ صیغہ تمریض ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس قول کے قائل کا علم نہیں کون ہے یعنی قول مجہول ہے۔ مولف نے قول مجہول کو ترجمہ میں قول معروف

ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ نہیں کا ترجمہ بجائے ا کہا گیا ہے ا کے کہا لکھا ہے۔

(۲) نقل بھی صیغہ مجہول کا ہے یعنی نُقِلَ ہے کیونکہ اس کے بعد عن عبارت میں موجود ہے جسے مولف صاحب ہضم کر گئے۔ سو حقیقت اس عبارت کی یوں ہے کہ یہ قول مجہول ہے کہ ابوطالب کو زندہ کیا گیا بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے اور نہ جانے وہ صوفیاء کون ہیں۔ نہ ناقل کا علم نہ منقول عنہ کا علم، یہ دلیل ہے ایمان ابی طالب کی۔ سبحان اللہ۔ بعض صوفیہ کے اس قول کو ہم مولف صاحب کے قول ہی سے رد کرتے ہیں۔

مولف صاحب لکھتے ہیں

" کیا کوئی شخص کسی کے اصرار پر نزع کے عالم میں لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر کے مسلمان ہو سکتا ہے اگر ہو سکتا ہے تو فرعون کیوں مسلمان نہیں۔ جب کہ اس نے ڈوبتے وقت حضرت موسیٰ کے ایما پر نہیں بلکہ پوری رضا و رغبت کے ساتھ امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنو اسرائیل کہا۔ ان دو حضرات کے اقوال رہنے دیں جن کے خیال میں اس کلمہ کے اقرار کے بعد فرعون ایماندار ہو گیا تھا۔ دیکھنا یہ کہ جمہور اہل اسلام کی نظر میں وہ مسلمان ہے یا نہیں۔

(ایمان ابی طالب صفحہ ۲۹ سوال نمبر ۲)

ہم کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ ایمان ابو طالب میں بھی جاری کرنا چاہیے کہ چند مجہول صوفیاء سے منقول کے قول مجہول کو رہنے دیں۔ یہ دیکھیں کہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک ابو طالب کا ایمان ثابت ہے یا کفر۔

جمہور اہل اسلام کے متعلق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریر بغور پڑھ لیں

از اعمام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم غیر حمزہ و عباس مسلمان نشدہ اند و ابو طالب و ابولہب زمانہ اسلام را دریافتہ اما توفیق اسلام نیافتہ نزد جمہور علماء بر این اند۔

(مدارج النبوۃ ج۲ ص۲۲ تقطیع کلاں)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچوں میں سے سوائے حمزہ اور عباس کے کوئی اسلام نہیں لایا۔ ابو طالب اور ابولہب نے زمانہ اسلام کو پایا مگر اسلام کی موافقت نصیب نہ ہوئی نزد جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

مؤلف صاحب کا مکرِ عظیم :

مولف صاحب لکھتے ہیں !

امام محمد نووی رحمۃ اللہ علیہ
صاحب تفسیر نووی

مما یدل علی ان ابی طالب مومن ما روی عن اسحاق بن عبد اللہ بن الحرث قال قال العباس لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترجو لابی طالب خیرا قال کل الخیر ارجو من ربی ورجاء محقق ولما یرجوا کل الخیر الا المومن۔

تفسیر نووی جلد دوم صفحہ ۱۲۶

ایمان ابی طالب صفحہ ۵۵

یہ ہی حوالہ مولف صاحب کتاب ایمان ابی طالب صفحہ ۴۶ پر لکھ کر آئے ہیں۔

صفحہ ۱۳۸ کی عبارت جو مولف نے نقل کی ہے۔

مما یدل علی ان ابی طالب مومن رادجو من ربی ورجاءہ محقق ولا یرجوا کل الخیر الا مومن ۔

تفسیر مراح لبید جلد دوم صـ۱۳۷

تفسیر کی اصل عبارت جو ہم نقل کرتے ہیں۔

فمما یدل علی ان ابا طالب مومن ما روی عن اسحاق بن عبد اللہ بن الحرث قال قال العباس لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترجو لابی طالب خیرا قال کل الخیر ارجو من ربی ورجاءہ صلی اللہ علیہ وسلم محقق ولا یرجو کل الخیر الا مومن ۔

تفسیر مراح لبید جلد ۲ صـ۱۴۷

ناظرین ذرا غور فرماویں تفسیر کی اصل عبارت میں خط کشیدہ جملہ مولف نے اپنی کتاب کے صـ۱۳۸ کی عبارت میں نہیں لکھا اور ایمان ابی طالب صـ۱۳۸ والی عبارت میں خط کشیدہ عبارت ایمان ابی طالب کے صـ۱۳۹ والی عبارت میں ندارد اور اس پر کمال یہ دکھایا کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۸ پر تفسیر مراح لبید کی طرف یہ عبارت منسوب کی ہے اور صـ۱۳۹ پر اس عبارت کو تفسیر نووی کی طرف منسوب کر دیا تاکہ کوئی یہ سمجھے کہ یہ عبارت امام نووی کی تفسیر نووی کی ہے۔ اہل علم کے نزدیک امام نووی شارح مسلم ایک مشہور معروف اور مسلّم شخصیت ہیں اور ان کی تفسیر نووی کے نام سے کوئی تفسیر نہیں۔ اور مولف صاحب نے جن کو امام نووی ظاہر کیا ہے وہ ایک غیر معروف اور غیر معتبر انسان ہے جس کا نام شیخ محمد نووی الجاوی ہے اور ان کی تفسیر کا نام "التفسیر المنیر لمعالم التنزیل" المسمّٰی "مراح لبید لکشف معنی قرآن مجید"

ہے اسی ہی تفسیر کو مولف نے دھوکا دینے کی غرض سے تفسیر نووی ظاہر کیا ہے۔ تفسیر مراح لبید کی عبارت کا جواب ہم صفحہ ۷۱ پر دے آئے ہیں۔

مفتی مکہ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ :

احمد بن زینی دحلان ایک مختصر سے رسالہ اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب کے مولف ہیں لیکن آپ نے اپنی تالیف میں ایمان ابی طالب پر ادلہ شرعیہ میں سے کوئی دلیل تحریر نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس دلیل شرعی تھی اگر ہوتی تو ضرور تحریر فرماتے صرف بے بنیاد باتوں کا سہارا لیا ہے جن کا جواب ہمارے ذمہ نہیں اللہ تعالےٰ ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق جزا دینے والا ہے۔

سیدی یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ وعلی ابیہ :

سیدی یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو طالب کے حق میں ایک شعر کہا ہے وہ یہ ہے۔

ومضیٰ راشدًا وقد اسمع العباس قولًا بہ یکون النجاۃ

طیبۃ الغراء صـ۲۳

" گئے ہیں ابو طالب دنیا سے ہدایت یافتہ اور عباس نے وہ بات سنی جس پر نجات کا مدار ہے۔"

دراصل یہ شعر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا خلاصہ ہے جس میں آپ نے حالت کفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شہادت دی تھی کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! میرے بھائی ابو طالب نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جو آپ اسے کہہ رہے تھے۔ اس روایت کے متعلق ہم عرض کرتے ہیں۔

اولاً اس روایت کے سلسلۂ اسناد میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان کا راوی چھوٹا ہوا ہے۔ یعنی سلسلۂ سند متصل نہیں لہٰذا روایت ہی منقطع ہے۔

ثانیاً عباس رضی اللہ عنہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شہادت دی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر بات کو رد کر دیا تھا کہ لم اسمع میں نے نہیں سنا۔

ثالثاً اس شہادت کا اعتبار سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں کیونکہ اگر یہ روایت درست ہوتی تو حضرت عباس مشرف بالاسلام ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال نہ کرتے "اترجو لابی طالب خیرا" یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ابوطالب کے متعلق کوئی بھلائی کی امید رکھتے ہیں۔

رابعاً بڑے بڑے علماء محققین، محدثین، مفسرین، شارحین اور فقہاء کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی نظر میں یہ روایت موجود ہے لیکن پھر بھی کوئی ایمان ابی طالب کا قائل نہیں اور نہ ہی اس روایت کو کسی نے اس باب میں حجت سمجھا ہے۔

باقی رہا سیدی یوسف نبہانی رضی اللہ عنہ کا اس روایت کا سہارا لینا یہ آپ کی کمال سادگی کی دلیل ہے۔ ابوطالب تو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے اور آپ کی خدمات بھی اظہر من الشمس ہیں اگر آپ ابوطالب کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں تو یہ کون سی بڑی بات ہے۔ سیدی یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تو ابن تیمیہ جیسے انسان سے بھی عقیدت رکھتے ہیں۔ ثبوت کے لئے آپ کی تالیف جواہر البحار دیکھ لی جائے۔

ہم کسی کی عقیدت سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور نہ ہی عقیدت دلائل کی

محتاج ہوتی ہے۔ البتہ عقیدہ بغیر دلائل شرعیہ کے ثابت نہیں ہو سکتا —— لہٰذا سیدی نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر کوئی حجت نہیں۔ صرف اظہار عقیدت ہے اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

علامہ شبلی مرحوم کی قابلیت

مولف صاحب علامہ شبلی مرحوم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح تر مانی جاتی ہے اس لئے محدثین زیادہ ان کے کفر کے قائل ہی نظر آتے ہیں لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ آخیر راوی مسیّب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔

(ایمان ابی طالب صفحہ ۶۰)

شبلی صاحب ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ بخاری کی روایت کی بنا پر اکثر محدثین ابوطالب کے کفر کے قائل ہیں دوسری طرف شبلی صاحب یہ گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ محدثانہ حیثیت سے بخاری کی روایت چنداں قابل حجت نہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر روایت محدثانہ حیثیت سے قابل حجت نہیں تو محدثین کرام ابوطالب کے کفر کے قائل کیوں ہوئے۔ اگر محدثین ابوطالب کے کفر کے قائل ہیں تو محدثانہ رنگ میں یہ روایت حجت کیوں نہیں۔

شاید اس لئے کہ صرف شبلی صاحب ہی محدثانہ حیثیت کے مالک ہیں اور دیگر محدثین صرف نام نہاد محدث ہیں۔

اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ بقول عینی یہ روایت مرسل ہے ، تب شبلی صاحب فن حدیث میں بالکل کورے معلوم ہوتے ہیں ۔ محدثین اور حفاظ احادیث اور ائمہ فقہا کے نزدیک مراسیل صحابہ بھی حجت ہیں ۔

مراسیل صحابہ محدثین کی نظر میں :-

خاتم حفاظ مصر سیدی جلال الملۃ والدین السیوطی رضی اللہ عنہ مراسیل غیر صحابہ پر بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں

ھذا کلہ فی غیر مرسل الصحابی
اما مرسلہ کاخبارہ عن
شیئ فعلہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم او نحوہ مما یعلم انہ
لم یحضرہ لصغر سنہ او
تاخر اسلامہ فمحکوم بصحتہ
علی المذھب الصحیح ۔

یہ تمام بحث غیر صحابی کی مرسل کے متعلق ہے ۔ اور صحابی کی مرسل مثلاً صحابی کا خبر دینا ، فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اسی طرح کوئی ایسی بات جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ صحابی اپنی عمر چھوٹی ہونے کے سبب موجود نہ تھا یا اسلام ہی اس واقعہ کے بعد لایا ہو ۔ پس ایسی مرسل صحابی صحیح کے حکم میں ہے اور یہی مذہب درست ہے ۔

(تدریب الراوی جلد ۱ صفحہ ۲۰۷)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح سے شبلی مرحوم کی بات کا ضعف بھی ثابت ہو گیا اور ساتھ مولف صاحب کے ان اعتراضات کا جواب بھی ہو گیا جو اس نے اپنی بے علمی کی بنا پر کئے ہیں ۔

یہ کہ جن احادیث سے کفر ابی طالب ثابت ہوتا ہے اُن کے راوی بعض تو ابو طالب کی وفات کے وقت کم عمر تھے ، اور بعض مانند مسیب رضی اللہ عنہ کے وہ وہاں موجود نہ تھے یا اسلام بعد میں قبول کیا ۔ صحابی کا کم عمر ہونا یا بعد واقعہ کے اسلام قبول کرنا یہ باتیں صحت حدیث پر کوئی اثر نہیں رکھتیں ۔

دوسری بات یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ بھی ایک اصول ہے کہ صحابی جب کوئی ایسی بات کرے جس میں اپنی رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ حدیث بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے ۔

الشیخ عبد الغنی دہلوی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں ۔

الحدیث الموقوف الذی لا یدرک من
قبل الرائے لہ حکم المرفوع کما
بین فی اصول الحدیث ۔
ابن ماجہ صفحہ ۱ حاشیہ نمبر ۵

ایسی موقوف حدیث جس کا ادراک رائے سے نہ ہو سکے مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے جیسا کہ اصول حدیث میں بیان کیا گیا ہے

نوربخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ایمان ابی طالب کے خلاف نہ کہ موافق

مولف صاحب لکھتے ہیں بحوالہ نوربخش توکلی

" بعض علماء نے خلاف احادیث صحاح ابو طالب کا ایمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے "

(سیرت رسول عربی) ایمان ابی طالب صفحہ ۶۲

مولف صاحب تو کسی صاحب کی بات کو بھی اپنے حق میں سمجھ بیٹھے حالانکہ عبارت صاف صاف کہہ رہی ہے کہ ایمان ابی طالب کو ثابت کرنا صحیح حدیثوں کی مخالفت کرنا ہے۔ ـــــــــ ایمان ابی طالب کے متعلق مولف کتاب ایمان ابی طالب کے پاس جو کچھ تھا وہ یہاں پر ختم ہو رہا ہے۔ یعنی خیانت اور قطع برید کر کے علماء کی عبارتوں کو اپنے دعوی پر پیش کر کے جھوٹی بھاڑ بیٹھے ہیں اور ہم نے بحمد تعالیٰ ان کے دلائل کی حقیقت اچھی طرح کھول کر رکھ دی ہے۔

ابوطالب کا سیرت و کردار شخصیت، کفالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ان بے بنیاد دلائل کے بعد مولف صاحب نے ابوطالب کا سیرت و کردار اور کفالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنے میں ۵۶ صفحات سیاہ کئے ہیں اور جو کچھ بھی بیان کیا ہے اس سے ہم کو کب انکار ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ کردار باب ایمان میں کافی ہے؟ اس کا جواب شاہ عبدالحق محدث دہلوی یوں فرماتے ہیں۔

" بالجملہ اعانت و امداد و حمایت و رعایت و مدح و ثنا ابوطالب " آنحضرت را و اعلای شان و رفع مکان وے صلی اللہ علیہ وسلم در اشعار و اخبار بسیار است و باوجود آں میگویند کہ وی ایمان نیاورد و مسلمان از عالم نرفت جواب میگوئند کہ وے اقرار کرد بزبان و تصدیق کرد بدل اما اذعان و قبول و اطاعت از وے بوجود نیامد و معتبر تصدیق و اقرار است مقارن اذعان و قبول و انقیاد و تسلیم چنانکہ در کتب کلامیہ تحقیق یافتہ است و در احادیث و اخبار وے ثبوت نہ یافتہ "

مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۱

ترجمہ: " ابو طالب کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت، مدد،

رعایت اور مدح کرنا اور آپ کی رفعت شان کا اقرار کرنا بہت سے اشعار اور روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ کہتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لایا اور دنیا سے مسلمان نہیں گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا تو ثابت ہے۔ لیکن اذعان و قبول و اطاعت ابوطالب سے نہیں پائی گئی۔ تصدیق اور اقرار وہی معتبر ہے جس کے ساتھ اذعان و قبول و انقیاد و تسلیم بھی پائی جائے۔ اس کی تحقیق کتب کلامیہ میں موجود ہے اور یہ باتیں روایات سے ثابت نہیں۔"

مندرجہ بالا تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ کردار باب ایمان میں کافی و وافی دلیل نہیں

اب ہم ایمان ابی طالب کے برعکس قرآن مجید، احادیث صحیحہ پیش کرتے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم میدان دلالت میں قدم رکھیں ایک مسلم ضابطہ ناظرین کرام کے ذہن نشین کروانا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ ضابطہ" کتاب ایمان ابی طالب" کی بیخ کنی کرنے کے لئے کافی ہے وہ یہ ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ان الامۃ اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفۃ الشریعۃ فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی الصحابۃ وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وھکذا فی کل طبقۃ اعتمد العلماء علی من قبلھم والعقل یدل علی حسن ذلک لان الشریعۃ لا یعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا یستقیم الا بان یاخذ کل طبقۃ

عمن قبلہا ولابد فی الاستنباط ان یعرف مذاہب المتقدمین لئلا یخرج من اقوالہم فیخرق الاجماع و یبنی علیہا ویستعین فی ذالک بمن یسبقہ لان جمیع الصناعات کالصرف والنحو والطب والشعر والحدادۃ والنجارۃ و الصیاغۃ لم یتیسر لاحد الا بملازمۃ اھلہا وغیر ذالک نادر بعید لم یقع وان کان جائزا فی العقل۔ (عقد الجید صفحہ ۳۶)

ترجمہ: امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔ سو تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اور اسی طرح ہر طبقہ اپنے پہلوں پر اعتماد کرتا چلا آیا ہے۔ اور از روئے عقل بھی یہ ضابطہ بہتر ہے۔ کیونکہ احکام شرعیہ کی معرفت نقل اور استنباط کے بغیر نہیں ہوتی۔ اور نقل جب ہی راست ہوتی ہے کہ اپنے سے پہلے طبقہ سے اخذ کیا جائے اور استنباط کے لئے ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب کی معرفت ہو تا کہ ان کے اقوال سے باہر نہ ہو جائے اور اجماع ٹوٹ جائے اس سے حفاظت کی بنیاد یہی ہے کہ اپنے سے سابقین کا سہارا لے۔ کیونکہ تمام علوم مثلاً صرف، نحو، طب، شاعری لوہاری، ترکھانی اور زرگری یہ کسی ایک کے لئے بھی آسان

نہیں جب تک کہ وہ کبھی اہل فن کی ملازمت نہ کرے۔ اس کے بغیر ناممکن اور غیر واقع ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بیان کردہ امت کا اجماعی دستور ذہن میں رکھیں اور ہر بات کرنے والے کو اس پر جانچیں انشاء اللہ العزیز دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ کرنے میں بڑی آسانی ہوگی۔

مولف کتاب "ایمان ابی طالب" کی لایعنی باتوں کو ہم اسی ضابطہ کے مطابق پرکھیں گے۔

قرآن مجید کی آیت مبارکہ تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ سے ایمان ابوطالب پر استدلال کی حقیقت۔

اس آیت مبارکہ کو اگرچہ مولف نے کافی آگے جا کر ذکر کیا ہے لیکن ہم اس آیت مبارکہ سے استدلال کی صفائی اسی مقام پر کر دیتے ہیں تاکہ آئندہ صرف وہ دلائل ہی ذکر کئے جائیں جو ایمان ابی طالب کے برعکس ہیں۔

آیت مبارکہ تقلبك فی الساجدین پ ۱۹ الشعراء آیت ۲۱۹ مولف صاحب لکھتے ہیں۔ "اگرچہ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کرام نے بے پناہ دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد اصنام پرستی سے پاک تھے اور دین حنیف یعنی عقیدہ توحید پر قائم تھے۔" (ایمان ابی طالب صفحہ ۱۷۱)

اس کے بعد مولف صاحب نے تفسیر کبیر کی عبارت نقل کرنے میں وہ کمال دکھایا ہے کہ ابلیس بھی مارے شرم کے منہ چھپائے پھرتا ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر رافضیوں کا عقیدہ اور ان کے دلائل ذکر کر کے بعد میں ان کا رد کیا ہے مولف صاحب نے رافضیوں کی باتوں کو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

کے ذمہ لگا دیا ہے۔

تفسیر کبیر کا پورا متن ملاحظہ فرماویں آپ لکھتے ہیں۔

واعلم ان الرافضة ذهبوا الى ان آباء النبي صلى الله عليه وسلم كانوا مومنين وتمسكوا في ذالك بهذه الاية وبالخبر اما هذه الاية فقالوا قوله تعالى وتقلبك في الساجدين۔ يحتمل الوجوه التي ذكرتم ويحتمل ان يكون المراد ان الله تعالى نقل روحه من ساجد الى ساجد كما نقوله نحن واذا احتمل كل هذه الوجوه وجب حمل الاية على الكل ضرورة انه لا منافاة ولا رجحان واما الخبر فقوله عليه السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات وكل من كان كافرا فهو نجس لقوله تعالى انما المشركون نجس قالوا ان تمسكتم على فساد هذا المذهب بقوله تعالى واذ قال ابراهيم لابيه آزر۔ قلنا الجواب عنه ان لفظ الاب قد يطلق على عم كما قال ابناء يعقوب له نعبد الهك واله آبائك ابراهيم واسمعيل واسحق فسموا اسماعيل ابا له مع انه كان عما له وقال عليه السلام ردوا على ابي يعني العباس ويحتمل ايضا ان يكون متخذا لاصنام اب امه فان هذا قد يقال له الاب قال تعالى ومن ذريته داود وسليمان الى قوله وعيسى فجعل عيسى من ذرية ابراهيم مع ان ابراهيم كان جده من قبل الام۔

واعلم انا نتمسك بقوله تعالى لابيه آزر وما ذكروه صرف اللفظ عن ظاهره واما حمل قوله وتقلبك في الساجدين على

جميع الوجوه فغير جائز لما بينا ان حمل المشترك على كل معانيه غير جائز واما الحديث فهو خبر واحد فلا يعارض القرآن۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۳۶)

ترجمہ: ترجمان رہے کہ رافضی یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام باپ دادے ایماندار تھے اور اس عقیدے پر رافضی اس آیت اور ایک حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں اس آیت کے متعلق رافضی کہتے ہیں کہ تقلبک فی الساجدین میں وہ سب احتمال بھی ہیں جو تم (یعنی امام رازی) نے نقل کئے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کی روح کو منتقل کیا جو ساجد سے ساجد کی طرف۔ جیسا کہ ہم (رافضی) کہتے ہیں۔ اور جب ایت میں یہ سب احتمال ہیں تو ضروری ہے کہ ایت کا حمل تمام وجوہ پر کیا جائے۔ اس میں نہ کوئی منافات ہے اور نہ کسی کی ترجیح اور حدیث (جو رافضیوں کی دلیل ہے) یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں ہوتا ہوا آیا ہوں اور کافر تو نجس ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے مشرک نجس ہیں۔

رافضی کہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے اس مذہب کی خرابی پر اللہ تعالی کے قول اذ قال ابراھیم لابیہ آزر سے دلیل پکڑو (کہ ابراہیم کا باپ مشرک تھا لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ دادا میں وہ آتا ہے) ہم (رافضی) کہتے ہیں کہ

اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اب کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے۔
جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے آپ سے کہا تھا کہ ہم آپ
اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت
کریں گے باوجود کہ اسمٰعیل آپ کے چچا ہیں پھر ان کو اب کہا
گیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا کہ میرے اب
کو میری طرف لوٹا لاؤ یعنی حضرت عباس کو۔ اور یہ بھی احتمال ہے
کہ بت پرست ابراہیم کے نانا ہوں۔ کیونکہ نانا کو بھی اب کہا جاتا
ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ابراہیم کی اولاد سے داؤدؑ
سلیمان یہاں تک کہ عیسیٰ کا ذکر فرمایا۔ عیسیٰ کو ابراہیم کی
اولاد میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ حضرت عیسیٰ کے ابراہیم نانا ہیں
(یہاں تک رافضیوں کے دلائل کا ذکر تھا اس کے بعد امام رازی ان کا رد
فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔)

ہماری دلیل (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء
ایماندار نہ تھے کے متعلق) اللہ تعالیٰ کا قول لابیہ آذر یعنی
کہا اپنے اب آذر سے، ہے اور جو انہوں (رافضیوں)
نے ذکر کیا ہے اس میں قرآن مجید کے لفظ کو اپنے ظاہری
معنوں سے پھیرنا ہے (الفاظ اپنے ظاہری معنوں سے اس
وقت پھیرے جاتے ہیں جب کوئی مجبوری ہو اور یہاں کوئی
مجبوری نہیں) اور آیت تقلبك فی الساجدین کا
تمام وجوہ پر حمل جائز نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ
لفظ شرک کا حمل اس کے تمام معنی پر جائز نہیں۔

باقی رہا حدیث سے استدلال سو خبر واحد قرآن مجید
کے معارض نہیں ہو سکتی۔

یہ تھی امام فخر الدین رازی کی تفسیر کی پوری بحث، لیکن مولف نے از روئے
خیانت پوری عبارت میں سے صرف خط کشیدہ عبارت ہی نقل کی ہے اور حوالہ دیا
ہے تفسیر کبیر ج۲۴ ص۱۷۳ یعنی تفسیر کبیر کی چوبیسویں جلد اور صفحہ ۱۷۳۔ خدا جانے یہ تفسیر
کبیر کا کونسا نسخہ ہے اس کی اتنی جلدیں ہیں۔

ایسے مندرجہ بالا آیت کے ماتحت چند وہ احادیث پیش کی گئی ہیں جن سے یہ
بات مفہوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام باپ دادے کفر و شرک کی آلودگی
سے پاک تھے علماء اور صوفیا محققین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ان احادیث کا
اصل مفہوم ناظرین کی خدمت میں ہم پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمادیں۔

تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ کی توضیح

العارف باللہ سیدی احمد الصاوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں۔

(تقلبك فی الساجدین) فی علی کلام المفسر بمعنی مع وقیل ان فی علی
بابها والمراد بالساجدین المؤمنین۔ والمعنی یراك متقلبا فی
اصلاب وارحام المؤمنین من آدم الی عبد اللہ فاصولہ جمیعاً
مؤمنون و اورد علی ھذا آذر ابو ابراھیم فانہ کان کافراً۔ واجیب
بجوابین الاول انہ کان عمہ واسم ابیہ تارخ والثانی
انہ کان ابا و حقیقۃ و قو لھم ان اصولہ صلی اللہ علیہ وسلم
لیسوا کفاراً محلہ مادام النور المحمدی فی الواحد منھم فاذا انتقل
لمن بعدہ فلا مانع من ان یعبد غیر اللہ وحینئذ فآذر ما کفر الا بعد۔

انتقال النور منه الی ابراهیم ولده

صاوی شریف جلد ۳ صفحہ ۱۶۱

سیدی سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔

(قوله فی الساجدین) فسره بعضهم بالمومنین ای یراک متقلباً فی اصلاب وارحام المومنین من لدن آدم وحوا الی عبد الله و آمنه فجمیع اصوله رجالاً و نساءً مومنون واورد علی هذا آذر ابو ابراهیم فانه کافر بمقتضی الایات واجاب بعضهم بانه کان عم ابراهیم لا اباه فاجاب بعضهم بجواب احسن من هذا وهو ان قولهم اصول محمد لم یدخلهم الشرک محله مادام النور المحمدی فی الذکر والانثی فاذا انتقل منه لمن بعده امکن ان یعبد غیر الله وآذر ما عبد الاصنام الا بعد انتقال النور منه لابراهیم واما قبل انتقاله فلم یعبد غیر الله ۔

(جمل شریف حاشیہ جلالین جلد ۳ صفحہ ۲۹۶)

عربی عبارت چونکہ دونوں حضرات کی تقریباً ایک ہی ہے لہذا ترجمہ ایک ہی جگہ کر دیا گیا ہے ۔

ترجمہ : بعض مفسرین نے الساجدین کی تفسیر مومنین بیان کی ہے پھر معنے یہ ہوئے کہ اللہ تعالے نے آپ کے انقلاب روحی کو مومنین کی پشتوں اور رحموں میں محفوظ رکھا ہے ۔ آدم و حوا سے لے کر عبد اللہ و آمنہ تک ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصول مرد و عورت مومن تھے ۔ اس بات پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آیات قرآنیہ تو اس پر

دلالت کرتی ہیں کہ ابراہیم کا باپ آذر تو کافر تھا (لہذا تمام اصول مومن کیسے ہوئے) سو اس کا بعض نے تو یہ جواب دیا ہے کہ آذر ابراہیم کا چچا تھا نہ کہ والد ۔ اور بعض نے اس سے زیادہ اچھا جواب دیا ہے ' وہ یہ ہے کہ مفسرین اکرام کا یہ یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصول مومن تھے اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک وہ کفر و شرک کی آلودگی سے پاک تھے جب تک یہ نور پاک ان کی پشتوں اور رحموں میں رہا ۔ پس جب یہ نور پہلے سے بعد والے میں منتقل ہوا تو پہلے کا غیر خدا کی عبادت کرنا ممکن ہے ۔ پس جب آذر سے یہ نور پاک اس کے بیٹے ابراہیم کی طرف منتقل ہو گیا پھر اس نے بتوں کی پوجا کرنی شروع کر دی اور اس نور کے انتقال سے پہلے آذر نے غیر خدا کی عبادت نہیں کی ۔

علامہ نظام نیشاپوری لکھتے ہیں :

قد احتج بالآیة علماء الشیعة علی مذهبهم ان اباء النبی صلی الله علیه وسلم لا یکونون کفاراً قالوا اراد تقلب روحه من ساجد الی ساجد کما فی الحدیث المعتمد علیه عندهم لم ازل انتقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات وناقشهم اهل السنة فی تاویل المذکور وفی صحة الحدیث ۔ (تفسیر نیشاپوری جلد ۳ پ۱۹ الشعراء آیت نمبر ۲۱۹)

ترجمہ : علماء شیعہ نے اس آیت سے اپنے مذہب پر دلیل پکڑی

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام باپ دادا میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا اور اُن شیعوں نے کہا ہے کہ اس ایت سے مراد آپ کی روح کا ساجد سے ساجد کی طرف منتقل ہونا ہے جیسا کہ اُن کے نزدیک ایک معتمد حدیث میں ہے کہ میں پاکوں کی پشتوں سے پاکوں کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔ لیکن اہل سنت نے اس مذکورہ تاویل اور حدیث کے مفہوم میں شیعوں سے اختلاف کیا ہے۔

علامہ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذھبت الرافضۃ الی ان اٰباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا مؤمنین واستدلوا بقولہ تعالٰی

"تقلبک فی الساجدین"

ترجمہ: "رافضی لوگ اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام باپ دادے مومن تھے اور ان کا استدلال ایت مذکورہ سے ہے" البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۴۷

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

استدل الرافضۃ علی ان اٰباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا مومنین ای لان الساجد لایکون الایکون مومناً فقد عبر عن الایمان بالسجود و ھو استدلال ظاھری وقولہ علیہ السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات لایدل علی الایمان بل علی صحۃ انکحۃ الجاھلیۃ

(روح البیان جلد ۶ صفحہ ۳۱۳)

ترجمہ: "اس ایت سے رافضیوں نے دلیل پکڑی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام باپ دادے ایماندار تھے کیونکہ ساجد مومن ہی ہوتا ہے اسی لئے ایمان کی تعبیر سجدے سے کی گئی ہے یہ ظاہری استدلال ہے۔ (جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا آیا ہوں۔ یہ اُن کے مومن ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اس سے تو صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی وہ صحت نکاح کے پابند تھے۔"

مندرجہ بالا تحریروں سے ثابت ہوا کہ اس ایت تقلبک فی الساجدین سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ دادوں کے ایمان پر استدلال پکڑنا یہ رافضیوں کا ہی کام ہے اور اہل سنت کے نزدیک وہی بات صحیح تر ہے جو عارف صاوی اور علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہما نے فرمائی ہے کہ جب تک یہ نور مبارک کا تعلق اُن اصلاب اور ارحام سے رہا اُن کا پاکیزہ رہنا لازم تھا۔ لیکن جب یہ نور پاک اُن سے منتقل ہوگیا بعد میں کفر و شرک سے ملوث ہونے سے کوئی چیز بھی مانع نہ تھی۔

اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو جگہ کسی معزز مہمان کے ٹھہرانے کیلئے تجویز کی جاتی ہے۔ اسے مہمان کے آنے سے پہلے اور مہمان کی موجودگی تک صاف ستھرا لازمی طور پر رکھا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ مہمان وہاں ٹھہرنے کے بعد چلا جائے پھر اُس جگہ کی ستھرائی میں فرق آنے سے کوئی بھی مانع نہیں۔

اب ناظرین کرام جناب ابوطالب کو قرآن مجید، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں دیکھیے۔

قرآن کریم اور ابوطالب

پ ۱۱ وما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ

پ التوبۃ آیت ۱۱۳

قبل اس کے کہ ہم اس آیت مبارکہ کا شان نزول بیان کریں۔ ہم بتانا چاہتے ہیں کہ کسی روایت کو کسی آیت کا شان نزول قرار دینے کے لئے کس بات کی ضرورت ہے اور روایت میں کن الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مولف صاحب نے اس مقام پر بھی عوام کو دھوکا دیا ہے۔ کہ اس مندرجہ بالا آیت کے اسباب نزول دس بیان کئے ہیں دراصل ایسا ہرگز نہیں۔

سردار دین زعیم ملت خاتم حفاظ مسر سیدی جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قال الواحدی لا یحل القول فی اسباب نزول الکتاب الا بالروایة والسماع ممن شاهدوا التنزیل ووقفوا علی الاسباب۔

(صـ ۶ لباب النقول فی اسباب النزول)

علامہ واحدی فرماتے ہیں کہ کتاب کے نزول میں اس وقت تک بات کرنا جائز نہیں جب تک صحابہ جو کہ نزول قرآن کے وقت موجود تھے اور اسباب نزول سے واقف تھے سے روایت نہ ہو یا ان سے سنا نہ ہو

اس سے ثابت ہوا کہ شان نزول میں صحابہ کرام اور تابعین عظام سے روایت کے بغیر کسی کا قول معتبر نہیں۔ یہی حضرت اور فرماتے ہیں۔

قال الحاکم فی علوم الحدیث اذا اخبر الصحابی الذی شهد الوحی والتنزیل عن آیة من القرآن انها نزلت

امام حاکم علوم حدیث میں فرماتے ہیں کہ جب صحابی جو کہ نزول قرآن کے وقت موجود تھا یہ خبر دے کہ فلاں آیت فلاں

فی کذا فانہ حدیث مسند

معاملہ میں نازل ہوئی ہے۔ پس یہ حدیث مسند ہے۔

یہی حضرت اور فرماتے ہیں

ان ذکر واحد سببا و آخر سببا غیرہ فقد تکون نزلت عقیب تلک الاسباب

اگر ایک صحابی ایک سبب ذکر کرے اور دوسرا کوئی دوسرا سبب ذکر کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آیت ان تمام اسباب کے بعد نازل ہوئی ہے۔

مزید فرماتے ہیں

وقد تکون نزلت مرتین

اور کبھی آیت مبارکہ دوبارہ بھی نازل ہوئی ہے۔

(لباب النقول فی اسباب النزول صـ ۶)

یہاں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اسی روایت کو شان نزول کا مقام دیا جاسکتا ہے جس روایت کے بیان کرنے کے بعد صحابی یا تابعی یہ کہے کہ پس یہ آیت نازل ہوئی جب یہ قول روایت میں موجود نہ ہو اسے شان نزول قرار دینا سراسر نادانی ہے۔

اسی لئے مفسرین کرام نے اس مندرجہ بالا آیت کے اسباب نزول صرف تین بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوطالب کے لئے بخشش کی دعا کرنا

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ محترمہ کے لئے دعاء بخشش کرنا

۳۔ مومنوں کا اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے دعاء بخشش کرنا۔

مؤلف صاحب نے اپنی نادانی کی بنا پر دس اسباب نزول تحریر کئے ہیں۔

مولف صاحب تفسیر ابن جریر سے نقل کرتے ہیں۔

قول ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ

واختلف اهل التاویل فی سبب الذی نزلت هذه الآية ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين

اہل تاویل کا اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے۔ نبی اور مومنین کے شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں

(ایمان ابی طالب صفحہ ۲۳)

یہ مندرجہ بالا قول ابن جریر کا ہے اس کے نقل کرنے میں خیانت ملاحظہ ہو۔ اصل عربی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

اختلف اهل التاويل فی السبب الذی نزلت هذه الآية فيه

اہل تاویل کا اس آیت کے اسباب نزول میں اختلاف ہے۔

(ابن جریر تفسیر صفحہ [illegible])

اس کے بعد مولف صاحب لکھتے ہیں

پہلا سبب

فقال بعضهم نزلت فی شان ابی طالب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یستغفر له بعد موته فنهاه الله عن

پس بعض نے کہا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی شان میں نازل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے استغفار کا ارادہ کیا۔ ان کے فوت ہونے کے

ذلك۔

بعد تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا

(ایمان ابی طالب صفحہ ۲۳)

یہ بھی ابن جریر کا ہی قول ہے اور اس کے نقل کرنے میں لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جملہ ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یستغفر

(ابن جریر صفحہ ۴۱)

مولف صاحب نے ابن جریر کے قول ہی کو روایت شان نزول بنا دیا۔ حالانکہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے بعد چار روایتیں ابو طالب کے متعلق تحریر کی ہیں جن کو از روئے خیانت چھوڑ دیا گیا ہے۔ جن میں سے بعض کو ہم آئندہ خود نقل کریں گے۔

مولف کا بیان کردہ دوسرا سبب

عن عطية قال لما قدم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مكة وقف على قبر امه حتى سخنت عليه الشمس رجاء ان يؤذن له فيستغفر لها حتى نزلت ما كان للنبي الآية

روایت بیان کی عطیہ نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو اپنی والدہ کی قبر پر ٹھہرے حتیٰ کہ سورج گرم ہو گیا کہ امید کرتے ہوئے کہ والدہ کے استغفار کی اجازت مل جائے اور یہ آیت نازل ہو گئی۔

اس سبب کے بعد تیسرا سبب اور چوتھا سبب کے عنوان سے باختلاف الفاظ دو روایتیں نقل کی ہیں۔ جن کا تعلق بھی والدہ محترمہ کے لئے استغفار ہی سے ہے۔ اور یہ تینوں روایات ایک ہی سبب پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن مولف صاحب نے ان تینوں روایات کو علیحدہ علیحدہ سبب ظاہر کیا ہے۔ لہٰذا یہاں تک دو سبب ثابت ہوئے

۱۔ ابو طالب کے لئے استغفار

۲۔ والدہ کے لئے استغفار۔

مولف صاحب کا بیان کردہ پانچواں سبب

وقال آخرون بل نزلت من اجل ان قوماً من اهل الایمان کانوا یستغفرون لموتاھم من المشرکین فنھوا عن ذالک فانزل اللہ تعالیٰ ما کان للنبی آیۃ	اور کہا ہے آخر والوں نے بلکہ اس کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان میں سے اپنے مرنے والوں کے لئے استغفار کرتے تھے جو کہ مشرکین میں سے تھے پس منع فرمایا گیا انہیں اس سے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(ایمان ابی طالب ص۲۲)

یہ بھی ابن جریر کا اپنا قول ہے اور اس کی تائید میں وہ روایات لائے ہیں اور دراصل یہ تیسرا سبب ہے۔ مولف نے بعنوان چھٹا سبب اور ساتواں سبب کے تحت جو دو روائتیں نقل کی ہیں ان کو اسباب نزول سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

حقیقتاً یہ تین اسباب ہوئے

۱۔ ابوطالب کے متعلق

۲۔ والدہ محترمہ کے متعلق

۳۔ دیگر ایمانداروں کے مشرک گزشتہ والوں کے متعلق

بعنوان آٹھواں سبب کوئی روایت نہیں بلکہ یہ بھی پہلے اور تیسرے سبب کا مجموعہ قول ابن جریر ہی ہے۔ اور مولف صاحب کا بیان کردہ نواں اور دسواں سبب بھی سبب نمبر۲ میں ہی داخل ہے۔ یہ مولف صاحب کی قابلیت ہے کہ صرف تین اسباب کو دس سمجھ بیٹھے۔

تفسیر ابن جریر میں بھی وقال آخرون کے الفاظ کے ساتھ مستقل صرف تین ہی عنوان ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ما کان للنبی والذین آمنوا الآیۃ کے تحت آنے والی روایات سے بعض روایات وہ بھی ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا مشرک ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق آنے والی روایات میں سے بعض روایتیں جو کہ بالکل ضعیف ہیں اور بعض جو صحیح ہیں وہ منسوخ ہیں۔ اس روایت سے جس میں والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کرنے اور دائرہ اسلام میں داخل کرنے کا ذکر ہے۔

دین کے سرتاز، زعیم ملت سیدی حافظ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں

ان غالب ما یروی من ذالک ضعیف ولم یصح فی امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سوی حدیث انہ استاذن فی الاستغفار لھا فلم یؤذن لہ ولم یصح ایضاً فی امہ الا حدیث مسلم خاصۃ
(مسالک الحنفاء ص۵)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں سے اکثر و غالب ضعیف ہیں، سوائے اس حدیث کے جس میں والدہ کے لئے استغفار کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے یا مسلم شریف کی ایک حدیث صحیح ہے۔

اس کے بعد یہی صاحب فرماتے ہیں

قال قرطبی لا تعارض بین حدیث الاحیاء وحدیث النھی عن الاستغفار وان حدیث احیائھما متاخر عن

الا ستغفار لهما بدليل حديث عائشة رضي الله عنها ان ذلك كان في حجة الوداع ولذلك جعله ابن شاهين ناسخا لما ذكر من الاخبار ۔ (مسالک الحنفاء ص۹۶)

ترجمہ! حافظ قرطبی فرماتے ہیں کہ احیاء والدین اور استغفار سے منع والی حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ احیاء والدین والی روایت بعد کی ہے۔ ممانعت استغفار والی روایت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بتاتی ہے کہ احیاء والدین کا واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا ہے اسی لئے حافظ ابن شاہین نے احیاء والی روایت کو باقی تمام روایات کا ناسخ قرار دیا ہے۔

حفاظ احادیث کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا ما کان للنبی والذین امنو (الآیت) سے کوئی تعلق باقی نہیں ہے۔

ہمارے فقہاء کرام فرماتے ہیں!

لا يفتى بتكفير مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان في كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة ۔ (بحر الرائق ص۱۳۵)

ترجمہ: جب کسی مسلمان کے کفریہ کلام کا اچھا پہلو کوئی نکل سکتا ہو تو اس کے کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیے اور نہ اس انسان کو کافر کہا جائے گا جس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ خلاف آنے والی روایت ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کرکے دائرہ اسلام میں داخل کرنے والی روایت خواہ ضعیف ہی سہی۔ پھر بھی اُن کے ایمان کے خلاف آنے والی روایات کی

حیثیت کچھ نہ رہی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

مؤلف صاحب نے اس مقام پر یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ جب احیاء والدین کی ضعیف روایت سے باقی صحیح روایت منسوخ قرار دی گئی ہیں تو ابو طالب کو زندہ کرنے والی روایت سے باقی خلاف آنیوالی روایات کیوں منسوخ نہیں سمجھی جاتیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ والدین کریمین رضی اللہ عنہما کو زندہ کرنے والی حدیث باسند موجود ہے۔ اگرچہ سند ضعیف ہی ہے لیکن ابو طالب کو زندہ کرنا تو کسی باسند حدیث میں بے سند بھی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو کسی کو ماننے سے کب انکار تھا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ابو طالب کو زندہ کرکے کلمہ پڑھانا کسی باسند روایت میں نہیں آیا نہ صحیح میں نہ ضعیف میں۔ یہ صرف ایک قول مجہول ہے جس کے قائل کا کسی کو بھی علم نہیں کہ وہ کون ہے۔ غالباً یہ شوشہ رافضیوں ہی کا چھوڑا ہوا ہے جو گرد وغبار کی طرح رطب ویابس جمع کرنے والوں کی کتابوں میں اڑتا پھرتا نظر آتا ہے۔

مفسرین اہل سنت اور ابو طالب

سردار دین زعیم ملت خاتم حفاظ مصر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

اخرج ابن ابی شیبہ واحمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ والبیہقی في الدلائل عن سعيد بن المسيب عن ابيه قال لما حضرت ابا طالب الوفاة دخل عليه النبي صلى الله عليه وسلم وعنده ابو جهل وعبد الله بن ابي امية فقال النبي صلى الله عليه وسلم

ای عم قل لا الہ الا اللہ احاج لک بہا عند اللہ فقال ابوجہل وعبد اللہ بن ابی امیۃ یا ابا طالب اترغب عن ملۃ عبد المطلب فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعرضہا علیہ ابوجہل وعبد اللہ یعاودانہ بتلک المقالۃ فقال ابو طالب آخر ما کلمہم ہو علی ملۃ عبد المطلب وابی ان یقول لا الہ الا اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لک ما لم انہ عنک فنزلت ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین (الآیۃ) (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۸۲)

مندرجہ بالا حدیث شریف کو مع جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بارہ محدثین اور حفاظ حدیث اپنی اپنی کتابوں میں نقل کرنے والے ہیں اور یہ لوگ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی عظیم الشان وجلیل القدر ہستیاں ہیں اور ان محدثین اور حفاظ نے اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں کیا۔ بلکہ پوری امت مسلمہ میں سے کسی بھی فرد نے اس حدیث شریف کو ناقابل اعتبار نہیں کہا۔

صرف چودھویں صدی کے نوخواندہ مولف نے ہی یہ گوہر فشانی کی ہے کہ یہ قول حضرت مسیب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ سبحان اللہ! کہاں رام رام کہاں ٹیں ٹیں یا اس ہندوانی کہاوت کو یوں بدل لیا جاوے۔ کہاں اللہ اللہ کہاں ٹیں ٹیں کسی ایماندار کی کیا مجال کہ ان تمام مقبولان بارگاہ رسالت کو رد کرکے ایک ان پڑھ کی بات مان لے۔

سیدی سیوطی رضی اللہ عنہ نے یہ تو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ تمام محدثین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ابوطالب کا کلمہ پڑھنے سے انکار کرکے مرنے کے قائل ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث شریف کا ترجمہ!

ابن ابی شیبہ واحمد وبخاری ومسلم ونسائی وابن جریر وابن منذر و

ابن ابی حاتم وابوالشیخ وابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں سعید بن مسیب سے اور وہ اپنے والد مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات قریب آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور ابوطالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا لا الہ الا اللہ پڑھ لے تاکہ تیرے حق میں اس بات کو اللہ کے حضور حجت پکڑ سکوں۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابوطالب کیا تم ملت عبدالمطلب سے پھر جاؤ گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنی بات کو دہرایا اور ابوجہل اور عبداللہ اپنی بات ابوطالب سے کہتے رہے بالآخر ابوطالب نے ان سے کہا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں اور کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں ضرور ضرور تیرے لئے اس وقت تک استغفار کروں گا جب مجھے منع نہ کیا جائے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین (الآیۃ)

اس حدیث شریف کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں جزء ۱۱ صفحہ ۳۱ پر نقل کیا ہے حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ پر نقل کیا ہے۔

مفسر قرآن امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

روی عن سعید ابن المسیب عن ابیہ قال لما حضرت ابا طالب الوفاۃ قال لہ الرسول علیہ الصلوۃ والسلام یا عم قل لا الہ الا اللہ احاج

لک بها عند الله فقال ابوجهل وعبد الله بن ابی امیة اترغب
عن ملة عبد المطلب فقال انا علی ملة عبد المطلب ابداً
فقال علیه الصلوٰة والسلام لاستغفرن لک ما لم انه عنک
فنزلت هذه الاٰیة .

قال الواحدی وقد استبعده الحسین بن الفضل لان هذه السورة
من آخر القرآن نزولاً و وفاة ابی طالب کانت بمکة فی اول الاسلام
واقول هذا الاستبعاد عندی مستبعد فای باس ان یقال ان النبی
صلی الله علیه وسلم بقی یستغفر لابی طالب من ذالک الوقت الی
وقت نزول هذه الاٰیة فان التشدید مع الکفار انما ظهر فی
هذه السورة فلعل المؤمنین کان یجوز لهم ان یستغفروا لابویهم من
الکافرین وکان النبی علیه الصلوٰة والسلام ایضاً یفعل ذالک ثم عند
نزول هذه السورة منعهم الله عنه فهذا غیر مستبعد فی الجملة (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ [illegible])

ترجمہ: سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
جب ابوطالب کی وفات قریب ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہا اے چچا لا الٰہ الا اللہ کہہ دے تاکہ یہ بات
اللہ کے حضور میرے لئے تیرے حق میں حجت ہو۔ پس ابوجہل
اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ کیا تو ملت عبدالمطلب سے پھر
جائے گا۔ پس ابوطالب نے کہا کہ میں تا زندگی ملت عبدالمطلب
پر رہوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت
تک تیرے لئے استغفار کروں گا جب مجھے منع کیا جائے
پس یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ واحدی کہتے ہیں کہ حسین بن فضل نے اس آیت کا
ابوطالب کے حق میں نازل ہونا بعید سمجھا ہے۔ کیونکہ نزول
کے اعتبار سے یہ آخری سورت ہے اور ابوطالب کی وفات
اوّل اسلام میں مکہ میں ہوئی تھی۔

(امام رازی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس کو بعید سمجھنا بھی
عقل سے بعید ہے۔ کیونکہ کوئی حرج نہیں اگر یہ کہا جائے کہ
نبی علیہ الصلوٰة والسلام وفات ابی طالب کے وقت نزول آیت
استغفار کرتے رہے۔ بے شک کفار کے ساتھ تشدد تو اس
سورت سے بالکل ظاہر ہے لیکن ممکن ہے ایمانداروں کے لئے
اپنے کفار والدین کے لئے استغفار کی اجازت رہی ہو اور
نبی علیہ الصلوٰة والسلام بھی اس میں داخل ہوں۔ پھر اس آیت کے
نزول کے وقت اللہ تعالٰی نے انہیں منع کر دیا۔ سو ہرگز
یہ بعید بات نہیں۔

مفسر ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ

ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین (الاٰیة)
روی انه علیه الصلوٰة والسلام قال لعمه ابی طالب لما حضرته الوفاة یا عم
قل کلمة احاج لک بها عند الله فابی فقال علیه الصلوٰة والسلام لا
استغفر لک ما لم انه عنه فنزلت ۔ (تفسیر ابو السعود [illegible])

ترجمہ: روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب
کو اس کی وفات کے وقت فرمایا اے چچا کلمہ کہہ لے

تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور تیرے حق میں حجت پکڑوں۔ پس اس نے انکار کر دیا۔ پس آپ نے فرمایا میں اس وقت تک تیرے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک منع نہ کیا جائے۔

مفسر قرآن علامہ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

قال القاضی ابوبکر بن العربی تعلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الاستغفار لابی طالب بقولہ سا ستغفر لک ربی فاخبرہ اللہ تعالیٰ ان استغفار ابراھیم لابیہ کان وعداً قبل ان یتبین الکفر منہ فلما تبین لہ الکفر منہ تبرأ منہ فکیف تستغفرات لعمک یا محمد وشاھدت موتہ کافراً۔

تفسیر قرطبی جلد ۸ صفحہ ۲۷۵

ترجمہ: قاضی ابوبکر بن عربی کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے قول سا ستغفر لک ربی کی بنا پر ابو طالب کے لئے استغفار کرنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا تو اس وعدہ کی بنا پر تھا جو انہوں نے آزر کا کفر ظاہر ہونے سے پہلے کیا تھا۔ جب آزر کا کفر کھل کر سامنے آگیا تو آپ نے اس سے بیزاری اختیار فرمائی۔ پس اے محمد آپ اپنے چچا کے لئے کس طرح استغفار کرتے ہو جب کہ آپ نے مشاہدہ فرما لیا کہ وہ کفر پر مرا ہے۔

یہ ہی وہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن پر جھوٹ باندھا جاتا ہے کہ آپ ابو طالب کے جنتی ہونے کے قائل ہیں۔ حاشا وکلا آپ اس جھوٹ سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

مفسر قرآن علامہ نظام رحمۃ اللہ علیہ نیشاپوری

روی الواحدی باسنادہ عن سعید بن المسیب عن ابیہ (الحدیث) یہ وہ ہی حدیث شریف ہے جو ہم در منثور کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں اس کے بعد علامہ نیشاپوری ان لوگوں کا اعتراض جو یہ کہتے ہیں کہ ابو طالب کی وفات مکہ میں ہوئی ہے اور یہ آیت نزول کے اعتبار سے آخری ہے سو ابو طالب کے حق میں کیسے ہو سکتی ہے، کا بایں الفاظ جواب دیتے ہیں لعلہ بقی مستغفراً الی حین نزول الآیت (ترجمہ) شاید کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول آیت تک استغفار کرتے رہے تھے۔

تفسیر نیشاپوری جلد ۲ صفحہ ۲۷۹

مفسر قرآن علامہ علی بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

زیر آیت ماکان للنبی والذین اٰمنوا (الآیت) فرماتے ہیں۔

اختلف اھل التفسیر فی سبب نزول ھذہ الآیۃ فقال قوم نزلت فی شان ابی طالب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والد علی وذٰلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یستغفر لہ بعد موتہ فنھاہ اللہ عن ذٰلک ویدل علی ذالک ما روی عن سعید بن المسیب عن ابیہ (الحدیث)

تفسیر خازن شریف جلد ۳ صفحہ ۱۱۵

ترجمہ: اہل تفسیر نے اس آیت کے مختلف شان نزول بیان کئے

ہیں۔ پس ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ ایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا' علی المرتضیٰ کے والد ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور سبب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اس کی موت کے بعد استغفار کرنے کا ارادہ فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ اس کی دلیل سعید بن مسیب والی حدیث ہے۔

اس کے بعد علامہ خازن فرماتے ہیں

فان قلت قد استبعد بعض العلماء نزول هذه الاية فی شان ابی طالب وذالک ان وفاته کانت بمکة اول الاسلام و نزول هذه السورة بالمدينة وهی من آخر القرآن نزولا۔ قلت الذی نزل فی ابی طالب قوله تعالٰی انک لا تهدی من احببت فقال النبی صلی الله عليه وسلم لاستغفرن لک مالم انه عنک کما فی الحديث فيحتمل انه صلی الله عليه وسلم کان يستغفر له فی بعض الاوقات الی ان نزلت هذه الاية فمنع من الاستغفار ۔

خازن شریف جلد ۲ صفحہ ۱۲۵

ترجمہ! پس اگر تو کہے کہ بعض علماء نے اس ایت کے نزول کو ابو طالب کے حق میں بعید سمجھا ہے۔ اس لئے کہ اس کی وفات اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مکہ کے اندر ہوئی ہے اور یہ سورت مدنی ہے اور نزول کے اعتبار سے آخری۔ میں کہتا ہوں جب انک لا تہدی من احببت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں

تیرے لئے اس وقت تک استغفار کروں گا جب تک منع نہ کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے پس اس بات کا احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات میں ابو طالب کے لئے استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ یہ ایت نازل ہوئی اور استغفار سے روک دیئے گئے۔

مفسر قرآن امام ابی محمد الحسین البغوی

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اختلفوا فی سبب نزول هذه الاية فقال قوم سبب نزولها ما اخبرنا عبد الواحد بن احمد المليحی انا احمد بن عبد الله النعيمی انا محمد بن يوسف ثنا محمد بن اسماعيل ثنا ابو اليمان انا شعيب عن الزهری حدثنی سعيد بن المسيب عن ابيه (الحديث)

تفسیر معالم التنزیل بر حاشیہ خازن شریف جلد ۲ صفحہ ۱۲۵

ترجمہ! اس ایت کے نزول کے سبب میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے نزول کا سبب وہ حدیث ہے جس کی ہم کو خبر دی عبد الواحد بن احمد نے' وہ کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی احمد بن عبد اللہ نے' وہ کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی محمد بن یوسف نے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو حدیث سنائی محمد بن اسماعیل نے' ان کو حدیث سنائی ابو الیمان نے' وہ کہتے ہیں شعیب نے زہری سے' زہری کہتے ہیں مجھے حدیث سنائی

سعید بن مسیب نے اپنے باپ مسیب سے۔
اس کے آگے وہی متن حدیث ہے۔ جو درِ منثور سے نقل کیا گیا ہے۔

مفسر قرآن حافظ الملۃ والدین شیخ الاسلام والمسلمین ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود

علامہ نسفی فرماتے ہیں۔

ھم علیہ السلام ان یستغفر لابی طالب فنزل ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین (الآیت)

ترجمہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے لیے استغفار کرنے لگے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مدارک جلد ۲ ص ۱۳۱)

مفسر قرآن علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ

روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی طالب لما حضرہ الوفات قل کلمۃ احاج لک بہا عند اللہ فابی فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا ازال استغفر لک مالم انہ عنہ فنزلت
تفسیر بیضاوی شریف جلد ۱ ص ۳۹۶

ترجمہ! روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے اس کی وفات کے وقت فرمایا کلمہ پڑھ تاکہ میں اللہ کے حضور تیرے لئے حجت پکڑوں پس اس نے انکار کر دیا تب آپ نے فرمایا میں تیرے لئے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا، جب منع نہ کیا جاؤں۔

مفسر قرآن سردار دین زعیم ملت حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں! نزل فی استغفارہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمہ ابی طالب واستغفار بعض الصحابۃ لابویہ المشرکین۔ تفسیر جلالین شریف ص ۱۶۹

ترجمہ! اس آیت کے نزول کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چچا ابو طالب کے لیے استغفار اور بعض اصحاب کا اپنے والدین مشرکین کے لئے استغفار کرنے سے ہے۔

یہ وہی صاحب ہیں جن کو علامہ زینی دحلان مفتی مکہ نے سردار دین اور زعیم ملت لکھا ہے۔

مفسر قرآن عارف باللہ علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ

سیدی صاوی رحمۃ اللہ علیہ جلالین شریف کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

(قولہ لعمہ ابی طالب) ای لانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی طالب حین حضرتہ الوفاۃ قل کلمۃ احاج لک بہا عند اللہ فابی فقال النبی لا ازال استغفر لک مالم انہ عن الاستغفار فنزلت
صاوی شریف حاشیہ جلالین جلد ۲ ص ۱۳۶

ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیضاوی شریف کے حوالے سے گزرا ہے۔
علامہ صاوی نے اس مقام پر ایک بڑی لطیف بات فرمائی ہے اور وہ اس شبہ کا جواب ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر ابو طالب نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا تو پھر آپ نے استغفار کا وعدہ کیوں فرمایا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قصد النبی بھذا الاستغفار تالیفہ للاسلام لعلہ یھتدی والا فرسول اللہ یعلم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ صاوی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۳۶

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے لئے استغفار کا وعدہ اس لئے کیا تھا کہ ابو طالب شائد اس تالیف قلبی کی وجہ سے ایمان لے آئیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے کہ اللہ تعالےٰ مشرک کو نہیں بخشتا۔

مفسر قرآن علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ جلالین شریف کے قول کے تحت فرماتے ہیں

(لعمہ ابی طالب) فقد روی انہ لما حضرتہ الوفاۃ قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا عم قل کلمۃ احاج لک بھا عند اللہ فابی ابی طالب فقال النبی لا ازال استغفرلک مالم انہ عن الاستغفار فنزلت ھذہ الآیۃ۔

فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد ۲ صفحہ ۳۲۲

ترجمہ گزر چکا ہے بحوالہ تفسیر در منثور۔

مفسر قرآن علامہ محمد بن یوسف اندلسی المشہور ابی حیان رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الجمھور ومدارہ علی ابن المسیب والزھری وعمرو بن دینار نزلت فی شان ابی طالب

ترجمہ: جمہور علماء اہل سنت کا قول ہے اور اس قول کا مدار

سعید بن مسیب و زہری اور عمرو بن دینار پر ہے کہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تفسیر البحر المحیط جلد ۵ صفحہ ۱۰۱

علامہ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ نے تو فیصلہ ہی فرما دیا کہ جمہور امت محمدیہ کا یہی جزم ہے کہ ابو طالب کی موت کفر پر ہی ہوئی ہے۔

مفسر قرآن امام شربینی رحمۃ اللہ علیہ

امام شربینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین) قال سعید بن المسیب عن ابیہ انہ نزل فی شان ابی ابو طالب۔

سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر السراج المنیر جلد ا صفحہ ۶۵۹)

مفسر قرآن علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

سیدی اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اشراف قریش اور ابو طالب کا مکالمہ ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

قال علیہ السلام ای عم انت فقلھا اشھد لک بھا عند اللہ فقال واللہ یا ابن اخی لولا مخافۃ العار علیک وعلی بنی ابیک من بعدی وان تظن قریش انی انما قلتھا خوف من الموت لقلتھا فلما ابی عن کلمۃ التوحید قال علیہ السلام لا ازال استغفر لک مالم انہ عنہ ... ... فبکی علیہ السلام

یستغفر لابی طالب من ذالک الوقت الی وقت نزول هذه الاٰیة۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۲۱-۵۲۲

ترجمہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا! کلمہ پڑھ لے میں اللہ تعالیٰ کے حضور تیرے حق میں شہادت دوں گا۔ پس ابوطالب نے کہا کہ اے بھتیجے اگر مجھے تجھ پر اور تیرے چچا کی اولاد پر عار کا خوف نہ ہوتا اور قریش یہ گمان نہ کرتے کہ میں نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے میں پڑھ لیتا۔ پس جب ابوطالب نے کلمہ توحید سے انکار کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تیرے واسطے استغفار کرتا رہوں گا جب منع نہ کیا جاؤں ...

. . . .

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے لے کر نزول آیت کے وقت تک استغفار کرتے رہے۔

مفسر قرآن علامۃ المحققین و عمدۃ المدققین مرجع اہل العراق و مفتی بغداد العلامۃ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی

قبل اس کے کہ آپ کی تفسیر روح المعانی سے اس آیت مبارکہ کے متعلق کچھ لکھا جائے سید آلوسی بغدادی کے متعلق ایک غلط فہمی کو دور کرنا بے حد ضروری ہے۔

سید محمود آلوسی بغدادی کے متعلق غلط فہمی

یہ ہے کہ آپ کی تفسیر روح المعانی میں بعض اقوال ایسے ملتے ہیں جو مذہب حقہ اہل سنت کے خلاف ہیں۔ جن کی بنا پر اس تفسیر روح المعانی کو

اہل سنت بریلوی حضرات عقیدت و محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ حالانکہ سید آلوسی بغدادی کا دامن اُن اقوال سے بالکل پاک ہے۔

سیدی قطب علامۃ القضاعی العزامی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فقد حدثنا الثقة انه زاد فی تفسیر والده شیئا مما یوافق اهواء ابن تیمیة

(فرقان القرآن صفحہ ۱۱۹)

بعض پکے اور سچے لوگوں نے بتایا ہے کہ سید محمود آلوسی بغدادی کے بیٹے سید النعمان آلوسی نے (معبود بیروت) اپنے باپ کی تفسیر میں کچھ ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جو ابن تیمیہ کے خیالات کے موافق ہیں۔

قطب قضاعی رضی اللہ عنہ کے فرمان کو ذہن میں رکھ کر تفسیر روح المعانی کا مطالعہ کرنا چاہیے اور جو بات اہل سنت کے خلاف پائی جائے یقین رکھیں کہ وہ سیدی محمود آلوسی بغدادی کی نہیں بلکہ ان کے ناخلف ابن تیمیہ کی روحانی اولاد نعمان بغدادی کی ہے۔

سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

والاٰیة علی الصحیح نزلت فی ابی طالب فقد اخرج احمد وابن ابی شیبة والبخاری ومسلم والنسائی وابن جریر وابن المنذر والبیهقی فی الدلائل وآخرون عن المسیب بن حزن قال لما حضرت ابا طالب الوفاة دخل علیه النبی صلی الله علیه وسلم وعنده ابو جهل وعبد الله بن ابی امیة فقال النبی علیه الصلاة والسلام ای عم قل لا اله الا الله احاج لک بها عند الله فقال ابو جهل وعبد الله بن ابی امیة یا ابا طالب اترغب عن ملة عبد المطلب فجعل رسول الله

للتعقيب واعتمد على هذا التوجيه كثير من اجلة العلماء وهو توجيه وجيه
...... والاية - على هذا دليل على ان ابا طالب مات كافرا وهو
المعروف من مذهب اهل السنة والجماعة -

وروى ابن اسحاق في سيرته عن العباس بن عبد الله بن معبد عن
بعض اهله عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما من خبر طويل ان النبي
صلى الله عليه وسلم قال لابي طالب في مرض موته وقد طمع فيه
اي عم فانت فقلها يعني لا اله الا الله استحل بها لك الشفاعة يوم
القيامة وحرص عليه عليه الصلوة والسلام جدا لك فقال والله يا ابن
اخي لولا مخافة السبة عليك وعلى بني ابيك من بعدي وان تظن قريش
اني انما قلتها جزعا من الموت لقلتها ولا اقولها الا لاسرك
بها فلما تقارب من ابي طالب الموت نظر العباس اليه يحرك شفتيه
فاصغى اليه باذنه فقال يا ابن اخي لقد قال اخي الكلمة التي امرته
ان يقولها فقال له صلى الله تعالى عليه وسلم لم اسمع واحتج بهذا
ونحوه من ابياته المتضمنة للاقرار بحقية ما جاء به صلى الله عليه وسلم
وشدة حنوه عليه ونصرته له صلى الله تعالى عليه وسلم الشيعة الذا
هبون الى موته مؤمنا وقالوا انه المروي عن اهل البيت واهل البيت
ادرى وانت تعلم قوة دليل الجماعة فالاعتماد على ما روي عن
العباس دونه مما تضحك منه الثكلى والابيات على انقطاع
اسانيدها ليس فيها النطق بالشهادتين وهو مدار فلك الايمان -
وشدة حنوه والنصرة مما لا ينكره احد الا انها بمعزل عما نحن
فيه - واخبار الشيعة عن اهل البيت اوهن من بيت العنكبوت

والله لاوهن البيوت. نعم لا ينبغي للمومن الخوض فيه كالخوض في سائر
كفار قريش من ابي جهل واضرابه فان له مزية عليهم بما كان يصنع
مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من محاسن الافعال وقد روى نفع ذلك
له في الآخرة فلا ينفعه في الدنيا في الكف عنه وعدم معاملته معاملة غيره
من الكفار -

فعن ابي سعيد الخدري انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال وقد ذكر عنده عمه لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل
في ضحضاح من نار وجاء في رواية انه قيل لرسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم ان عمك ابا طالب كان يحوطك وينصرك فهل ينفعه ذلك فقال نعم
وجدته في غمرات النار فاخرجته الى ضحضاح من نار - وسبه عندي
مذموم جدا لا سيما اذا كان فيه ايذاء لبعض العلويين اذ قد روى لا تؤذوا
الاحياء بسبب الاموات ومن حسن اسلام المرء تركه ما لا يعنيه -

وزعم بعضهم ان الاية نزلت في غير ذلك فقد اخرج البيهقي في الدلائل
وغيره عن ابن مسعود قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم يوما الى المقابر فجاء
حتى جلس الى قبر منها فناجاه طويلا ثم بكى فبكينا لبكائه ثم قام فصلى
ركعتين فقام اليه عمر فدعاه ثم دعانا فقال ما ابكاكم فقلنا بكينا لبكائك قال ان
القبر الذي جلست عنده قبر آمنة واني استاذنت ربي [illegible] لي واستاذنته
في الاستغفار لها فلم ياذن لي وانزل على ما كان للنبي الخ فاخذني ما ياخذ الولد للوالدة
من الرقة فذلك الذي ابكاني -

ولا يخفى ان الصحيح في سبب النزول هو الاول ثم خبر الاستئذان في الاستغفار لامه
عليه الصلوة والسلام وعدم الاذن جاء في رواية صحيحة لكن ليس فيها ان ذلك سبب النزول -
(تفسير روح المعاني جز ١١ صفحہ ٢٩-٣٠-٣١)

ترجمہ روح المعانی کی عبارت کا

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا تعلق ابوطالب سے ہے۔ پس حدیث نقل کی ہے امام احمد و ابن ابی شیبہ و بخاری و مسلم و نسائی و ابن جریر و ابن منذر و بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور دیگر محدثین نے مسیب بن حزن صحابی سے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیۃ موجود تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا کلمہ پڑھ لے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور تیرے متعلق حجت پکڑ سکوں۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیۃ نے کہا اے ابوطالب! کیا تو ملت عبدالمطلب سے پھر جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنی بات دہراتے رہے اور ابوجہل و عبداللہ اپنی بات بکتے رہے حتیٰ کہ آخری بات جو ابوطالب نے ان کو کہی وہ یہ تھی کہ وہ ملت عبدالمطلب پر ہے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تیرے لئے استغفار کروں گا جب تک منع نہ کیا جائے۔ پس یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

علامہ حسین بن فضل کہتے ہیں کہ آیت کا سبب نزول عقل سے بعید بات ہے اس لئے کہ ابوطالب کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے اور یہ سورت مدینہ میں سب سے آخر نازل ہوئی ہے۔

علامہ واحدی نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ اس سبب نزول کو عقل سے بعید سمجھنا بھی عقل سے بعید ہے۔ کوئی حرج کی بات نہیں اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ استغفار سے لے کر وقت نزول

آیت تک ابوطالب کے لئے استغفار کرتے رہے۔ کیونکہ کفار سے معاملات میں سختی اس ہی سورت سے ظاہر ہے۔

صاحب تقریب نے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ اور حدیث شریف میں جو صحابی کا قول فنزلت ہے۔ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں استغفار کروں گا اس کے فوراً بعد یہ آیت نازل ہوگئی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ کا استغفار فرمانا سبب نزول ہے لہٰذا فا اس مقام پر تعقیب کے لئے نہیں بلکہ سبب کے لئے ہے۔ اور اس توجیہ پر بڑے بڑے اجل علماء کا اعتماد ہے اور یہ بڑی شاندار توجیہ ہے۔

اس بنا پر آیت مبارکہ دلیل ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی ہے اور مشہور و معروف مذہب اہل سنت یہی ہے۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں عباس بن عبد بن معبد سے اور اس نے اپنے بعض گھر والوں سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک لمبی حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کی مرض موت میں اسے فرمایا اے چچا تو یہ کہہ دے لا الٰہ الا اللہ تاکہ تیرے لئے میری سفارش جائز ہو جائے۔ اور اس بات پر آپ نے اسے بہت ابھارا۔ لیکن ابوطالب نے کہا اے بھتیجے اگر تیرے اور تیرے چچا کی اولاد کے متعلق بدگوئی کا اور قریش کے اس گمان کا کہ میں نے موت سے ڈر کر کلمہ پڑھا ہے' ڈر نہ ہوتا تو میں پڑھ لیتا اور خالص تیری خوشی کے لئے پڑھتا۔ پس جب اس کی موت قریب ہوئی تو عباس نے دیکھا کہ وہ اپنے ہونٹ ہلا رہا ہے۔ عباس نے اپنا کان اس کے قریب کیا اور کہا کہ اے بھتیجے میرے بھائی نے کلمہ پڑھ لیا جو آپ کہتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔

اس روایت سے اور ابوطالب کے ان اشعار سے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی حقانیت کا اقرار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا ذکر آتا ہے، شیعہ اس
طرف گئے ہیں کہ ابوطالب کی موت ایمان پر ہوئی ہے۔ اور شیعہ یہ کہتے
ہیں کہ یہ بات اہل بیت سے مروی ہے۔ اور پڑھنے والا تو جانتا ہے کہ
اہل سنت وجماعت کی دلیل کتنی قوی ہے۔ رہا اس کے مثل روایتوں پر اعتماد
تو ایک مضحکہ خیز بات ہے باقی رہا اشعار سو وہ بے سند ہونے کے باوجود اس
شہادتین کے اقرار کا کہیں ذکر نہیں جس پر ایمان کا مدار ہے۔

باقی ابوطالب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اور آپ کی نصرت
کرنا یہ ایسی بات ہے جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ لیکن اس کا ایمان
سے کوئی تعلق نہیں۔

اور شیعہ جو روایات اہل بیت سے روایت کرتے ہیں وہ مکڑی کے جالے سے
بھی زیادہ کمزور ہیں۔ ہاں البتہ کسی ایماندار کو یہ سزاوار نہیں کہ دیگر کفار
قریش مثل ابوجہل جیسوں کا سا سلوک ابوطالب سے بھی کرے۔ کیونکہ ابوطالب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک کی بنا پر دیگر کفار سے ممتاز ہے اور
احادیث میں آیا ہے کہ اس حسن سلوک کا نفع اسے آخرت میں ملے گا۔ پس کیا
اس نفع سے اس دنیا میں محروم رکھا جائے۔ لہٰذا اس کے متعلق کف لسان
کرنا اور دیگر کفار جیسا سلوک نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا
ہے کہ شاید میری شفاعت ابوطالب کو بروز قیامت نفع دے۔ پس اسے
ہلکے عذاب میں رکھا جائے گا

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ کے چچا

ابوطالب آپ کے محافظ و مددگار تھے۔ کیا یہ کام اسے کچھ نفع دے گا
آپ نے فرمایا ہاں میں نے اسے آگ کے سخت عذاب سے نکال کر ہلکے عذاب
کی طرف بھیج دیا ہے۔

میرے نزدیک ابوطالب کی برائی نہایت ہی مذموم بات ہے خاص کر جب کہ
آپ کے خاندان والوں کو اذیت بھی ہو۔ روایت میں آیا ہے کہ مردوں کو برا
بھلا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو اور بہتر یہی ہے جو لایعنی باتوں کو ترک کرے
بعض لوگوں کا گمان ہے کہ اس آیت کا شان نزول ابوطالب کے واقعہ کے علاوہ
بھی ہے۔ بیہقی اور دیگر محدثین نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ ایک روز نبی
صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکلے اور ایک قبر کے قریب بیٹھ گئے۔ کافی دیر تک
مناجات کرتے رہے پھر رو دیے اور ہم بھی رو پڑے پھر آپ نے دو رکعت
نماز ادا کی۔ حضرت عمر اور ہم کو آپ نے بلایا اور پوچھا کہ تم لوگ کیوں روتے
تھے۔ ہم نے جواب دیا آپ کے رونے کے باعث۔ آپ نے فرمایا یہ آمنہ کی
قبر ہے میں نے اس کی زیارت کی اجازت چاہی وہ مل گئی۔ پھر میں نے ان
کے لئے استغفار کی اجازت چاہی لیکن نہ ملی اور مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی
ماکان للنبی (الآیت) پس مجھ پر اپنی والدہ کے متعلق رقت طاری ہو
گئی اور یہ میرے رونے کا سبب تھا۔

یہ بات مخفی نہیں کہ صحیح سبب نزول آیت کا پہلا ہی ہے۔ ہاں آنحضرت کا
اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت طلب کرنا اور اجازت کا نہ ملنا صحیح احادیث
میں آیا ہے لیکن ان میں یہ بات نہیں ملتی کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول کا سبب
ہے۔ (تمام ہوا ترجمہ روح المعانی کی عبارت کا)

مفسر قرآن علامہ حسین کاشفی مرحوم

• آپ لکھتے ہیں

گفتہ اند پیغمبر با ابو طالب در مرض الموت بعد از آنکہ از ایمان او نا امید شد وعدہ فرمود بود کہ آمرزش خواہم از برائے تو ما دامیکہ مرا نہی کنند از آں و بعد از وفات برائے وے استغفار میکرد و صحابہ چوں دانستند کہ آنحضرت بجہت ابو طالب آمرزش میطلبد گفتند ما چرا برائے آباؤ اقربائے خود استغفار نکنیم و حال آنکہ ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ برائے پدر خود استغفار کردہ و اینک پیغمبر ما برائے عم خود استغفار میکند آیت آمد روا نیست پیغمبر و مومناں را کہ برائے اہل شرک آمرزش طلبند۔ (تفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۲۱۰)

ترجمہ ؛ کہتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کی مرض موت میں جب اس کے ایمان لانے سے مایوس ہوئے اس سے وعدہ فرمایا کہ میں تیرے لئے بخشش مانگوں گا جب تک مجھے منع نہ کیا جائے اور اس کی وفات کے بعد استغفار کرتے رہے۔ جب صحابہ نے جانا کہ آنحضرت ابو طالب کے لئے استغفار کرتے ہیں انہوں نے کہا کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے آباؤ اقربا کے لئے استغفار نہ کریں جب کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے لئے استغفار کرتے ہیں پس آیت نازل ہوئی کہ پیغمبر اور مومنوں کو روا نہیں کہ اہل شرک کے

لئے بخشش مانگے۔

اکابر ائمہ تفسیر کی تصریحات سے ثابت ہوا

کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کا اصل سبب ابو طالب کے لئے استغفار ہے اور اگر دوسرا سبب بھی ہے وہ اس اصل سبب کے تحت ہے۔ کیونکہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے لئے استغفار نہ کرتے تو صحابہ بھی اپنے اقارب کے لئے استغفار نہ کرتے۔

ابو طالب کے حق میں آیت ۲ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ (پ ۲۰ القصص آیت ۵۶)

اگرچہ نزول کے اعتبار سے یہ آیت مقدم ہے اور اس پر بحث بھی ما کان للنبی آیت سے مقدم ہی ہونی چاہیے لیکن ترتیب کے اعتبار سے یہ آیت مبارکہ چونکہ موخر ہے لہٰذا ہم نے اس پر بحث کو بھی موخر رکھا ہے اب اس کے متعلق اکابر ائمہ مفسرین کو ملاحظہ فرمائیں۔

مفسر قرآن امام ابو جعفر بن محمد بن جریر الطبری : المتوفی ۳۱۰ھ

محدث ابن خزیمہ فرماتے ہیں۔ "ما اعلم علی ادیم الارض اعلم من ابن جریر" یعنی میرے علم میں نہیں کہ روئے زمین پر کوئی ابن جریر سے بڑا عالم ہو"

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں ابن جریر کے ترجمہ میں آپ کو عالم الدنیا لکھتے ہیں۔ اس آیت کے ماتحت آپ فرماتے ہیں۔

ذکر ان ھذہ الآیۃ نزلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اجل امتناع ابی طالب عمہ من اجابتہ اذ دعاہ الی الایمان باللہ

ترجمہ؛ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو ایمان باللہ کی دعوت دی اور ابو طالب

نے آپ کی دعوت قبول کرنے سے اپنے آپ کو روکے رکھا۔

ذکر الروایۃ بذالک :

اس کے متعلق احادیث کا ذکر۔

۱۔ حدثنا ابو کریب والحسین بن علی الصدائی قالا ثنا الولید بن القاسم عن یزید بن کیسان عن ابی حازم عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعمه عند الموت قل لا اله الا الله اشهد لک بها یوم القیامة قال لولا ان تعیرنی قریش لاقررت عینک فانزل الله انک لا تهدی من احببت الآیة

ترجمہ ! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو اس کی موت کے وقت فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر، میں بروز قیامت تیری شہادت دوں گا۔ اس نے کہا کہ اگر قریش کی طرف سے عار کا ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور تیری آنکھ ٹھنڈی کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۲۔ حدثنا ابن بشار قال ثنا یحیی بن سعید عن یزید بن کیسان قال ثنی ابو حازم الاشجعی عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعمه قل لا اله الا الله " ثم ذکر مثله۔

(یہ مذکورہ بالا حدیث کی دوسری سند ہے)

۳۔ حدثنا ابو کریب قال ثنا ابو اسامة عن یزید بن کیسان سمع ابا حازم الاشجعی یذکر عن ابی هریرة قال لما حضرت وفاة ابی طالب اتاه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا عماه قل لا اله الا الله فذکر مثله الا انه قال لولا تعیرنی قریش یقولون ما حمله الا الجزع لفعلت۔

ترجمہ ! ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور فرمایا اے چچا پڑھ "لا الہ الا اللہ" اس کے بعد حدیث کے وہی الفاظ ہیں جو اوپر گزر چکے۔ صرف اس حدیث میں یہ بات زاید ہے کہ ابو طالب نے کہا کہ اگر قریش کی عار کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ ابو طالب نے کلمہ صرف موت کے ڈر سے پڑھا ہے۔

۴۔ حدثنا ابن وکیع قال ثنا محمد بن عبید عن یزید بن کیسان عن ابی حازم عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر نحو حدیث ابی کریب الصدائی

(یہ مذکورہ بالا حدیث کی چوتھی سند ہے)

۵۔ حدثنا محمد بن عبد الاعلی قال ثنا محمد ثور عن معمر عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابیه بنحوه۔

(یہ حدیث مذکورہ کی پانچویں سند ہے)

۶۔ حدثنی محمد بن عمرو قال ثنا ابو عاصم قال ثنا عیسی وحدثنی الحارث قال ثنا الحسن قال ثنا ورقاء جمیعا عن ابن ابی نجیح عن مجاهد قوله تعالی (انک لا تهدی من احببت) قال قول محمد لابی طالب قل کلمة الاخلاص اجادل عنک بها یوم القیامة قال محمد بن عمرو فی حدیثه قال یا ابن اخی ملة الاشیاخ او سنة الاشیاخ وقال الحارث فی حدیثه

ترجمہ ! محمد بن عمرو اور حارث اپنی اسناد سے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (انک لا تہدی) کے متعلق فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا خالص توحید کا اقرار کرلے تاکہ بروز قیامت تیری حمایت کروں۔ محمد بن عمرو اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ ابو طالب نے جواب میں کہا میں اپنے بزرگوں کی ملت پر رہوں یا یہ کہا کہ میں اپنے بزرگوں کے

طریقہ پر ہوں۔

۷ حدثنا ابن وکیع قال ثنا ابن عیینۃ عن عمرو عن ابو سعید بن رافع قال قلت لابن عمر انک لاتھدی من احببت انزلت فی ابی طالب؟ قال نعم۔

ترجمہ: ابو سعید بن رافع تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیت انک لاتھدی ابوطالب کے حق میں ہے آپ نے فرمایا ہاں۔

۸ حدثنا القاسم قال ثنا الحسین قال ثنی حجاج عن ابن جریج عن مجاھد (انک لاتھدی) قال قال محمد لابی طالب اشھد بکلمۃ الاخلاص اجادل عنک بھا یوم القیامۃ قال اعابن اخی ملۃ الاشیاخ فانزل اللہ (انک لاتھدی من احببت) قال نزلت ھذہ الآیۃ فی ابی طالب۔

ترجمہ: حضرت مجاہد تابعی فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے کہا خالص توحید کا کلمہ پڑھ تاکہ میں بروز قیامت تیری حمایت کروں۔ اس نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے میں اپنے بزرگوں کی ملت پر ہوں پس اللہ تعالے نے (انک لاتھدی من احببت) نازل فرمائی۔ یہ آیت ابوطالب کے ہی حق میں ہے۔

۹ حدثنا بشر قال حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادہ (انک لاتھدی من احببت) ذکرلنا انھا نزلت فی ابی طالب الاصم التمس منہ عند موتہ ان یقول لا الہ الا اللہ کیما تحل لہ بھا الشفاعۃ فابی علیہ۔

ترجمہ: حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ انک لاتھدی کے متعلق ہم کو بتایا گیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت الاصم کہتے ہیں موت کے وقت ابوطالب سے التماس کیا گیا کہ کلمہ پڑھ لے تاکہ تیری شفاعت کرنا درست ہو جائے لیکن اس نے انکار کر دیا۔

۱۰ حدثنا ابن حمید قال ثنا جریر عن عطاء عن عامر لما حضر ابا طالب الموت قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا عماہ قل لا الہ الا اللہ اشھد لک بھا یوم القیامۃ فقال لہ یا ابن اخی انہ لولا ان یکون علیک عار لم ابال ان افعل فقال لہ ذالک مرارا فلما مات اشتد ذلک علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالوا ما تنفع قرابۃ ابوطالب منک فقال بلی والذی نفسی بیدہ انہ الساعۃ لفی ضحضاح من النار علیہ نعلان من نار تغلی منھما ام راسہ وما من اھل النار من انسان ھو اھون عذابا منہ وھو الذی انزل اللہ فیہ (انک لاتھدی)

ترجمہ: حضرت عامر کہتے ہیں کہ جب ابوطالب کی موت قریب آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا اے چچا پڑھ لا الہ الا اللہ گواہ ہوں گا میں تیرا بروز قیامت۔ ابوطالب نے کہا اے بھتیجے مجھے تجھ پر عار کا خطرہ نہ ہوتا تو کلمہ پڑھنے میں کوئی حرج نہ تھا۔ پس یہ بات اسے کئی دفعہ کہی گئی۔ پس جب وہ مر گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ ہوا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ابوطالب کو آپ کی قرابت نے کچھ نفع دیا؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ آگ کے ہلکے عذاب میں ہے۔ اس نے آگ کے دو جوتیاں پہن رکھی ہیں جن کی گرمی سے اس کا دماغ کھول رہا ہے اور اہل جہنم میں سے اس کا عذاب سب سے ہلکا ہے اور یہ ابوطالب وہی ہے جس کے حق

میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری انک لا تھدی

تفسیر ابن جریر جز ۲۰ صفحہ ۹۲-۹۳

محدث ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اسناد سے وہ احادیث مبارکہ اس بات پر پیش کی ہیں کہ انک لا تھدی الآیت مبارکہ ابوطالب کے ہی حق میں ہے اور احادیث کو بغیر قیل وقال کے نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب احادیث محدث کے نزدیک صحیح اور ثابت ہیں۔

چار صدی ہجری کے اس عظیم الشان عالم الدنیا انسان کے مقابلہ میں چودہویں صدی کے خواندہ یا نخواندہ کی کیا حقیقت ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر محدثین کو ملاحظہ فرماویں۔

۱ اخرج عبد بن حمید ومسلم والترمذی وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما حضرت وفاۃ ابی طالب اتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عماہ قل لا الہ الا اللہ اشھد لک بھا عند اللہ یوم القیامۃ فقال لولا ان تعیرنی قریش یقولون ما حملہ علیھا الا جزعۃ من الموت لاقررت بھا عینک فانزل اللہ علیہ انک لا تھدی من احببت (الآیۃ)

ترجمہ: محدث عبد بن حمید ومسلم وترمذی وابن ابی حاتم وابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے چچا: لا الہ الا اللہ پڑھ تاکہ قیامت کے روز میں تیری گواہی دوں۔ ابوطالب نے کہا کہ اگر مجھے یہ عار نہ ہوتی کہ قریش کہیں گے صرف موت سے ڈر کر توحید

کا اقرار کر لیا۔ میں ضرور تیری آنکھ ٹھنڈی کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی انک لا تھدی الآیت

۲ اخرج ابن ابی شیبہ واحمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ والبیہقی عن ابن المسیب (الحدیث) نحوہ

ترجمہ: ابن ابی شیبہ واحمد وبخاری ومسلم ونسائی وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ وابن مردویہ اور بیہقی نے ابن مسیب سے اسی حدیث کے مثل حدیث نقل کی ہے جو کہ ما کان للنبی والذین امنو کے تحت گزر چکی ہے۔

۳ اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی انک لا تھدی من احببت قال نزلت ھذہ الآیۃ فی ابی طالب۔

ترجمہ: محدث ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لاتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

۴ اخرج سعید بن منصور وعبد بن حمید وابو داؤد فی القدر والنسائی وابن المنذر وابن مردویہ عن ابی سعید بن رافع قال قلت لابن عمر انک لا تھدی من احببت افی ابی طالب نزلت قال نعم

ترجمہ: سعید بن منصور وعبد بن حمید وابوداؤد نے قدر میں ونسائی وابن منذر وابن مردویہ ابی سعید بن رافع سے روایت لائے ہیں کہ ابوسعید بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ انک لا تھدی کیا یہ آیت ابوطالب کے حق میں ہے آپ نے فرمایا ہاں۔

۵۔ اخرج ابن عساکر عن ابی سعید بن رافع قال سئلت ابن عمر رضی اللہ عنہما انک لا تہدی من احببت أفی ابی جہل و ابی طالب قال نعم۔

ترجمہ! ابن عساکر ابوسعید بن رافع سے روایت لائے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ انک لا تہدی من احببت کیا یہ ابوجہل اور ابی طالب کے حق میں ہے آپ نے فرمایا ہاں۔

۶۔ اخرج الفریابی و ابن ابی المنذر و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم عن مجاہد رضی اللہ عنہ فی قولہ انک لا تہدی من احببت قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قل کلمۃ الاخلاص اجادل عنک بہا یوم القیامۃ قال یا ابن اخی ملۃ الاشیاخ۔

ترجمہ! محدث فریابی و ابن منذر و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما سے انک لا تہدی من احببت کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا کہ کلمہ اخلاص کہہ تاکہ میں بروز قیامت تیری حمایت کروں ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے بزرگوں کے عقیدہ پر ہوں۔

۷۔ اخرج عبد بن حمید عن قتادہ رضی اللہ عنہ انک لا تہدی من احببت قال ذکر لنا انہا نزلت فی ابی طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال التمس عند عند موتہ ان یقول لا الہ الا اللہ کی تحل لہ الشفاعتہ فابی علیہ۔

محدث عبد بن حمید حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے حدیث لائے ہیں کہ

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ انک لا تہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے حق میں اتری ہے اس سے اس کی موت کے وقت مطالبہ کیا گیا کہ تو لا الہ الا اللہ کہدے تاکہ تیری شفاعت جائز ہو جائے پس ابوطالب نے انکار کر دیا۔

۸۔ اخرج ابن ابی حاتم عن قتادہ رضی اللہ عنہ انک لا تہدی من احببت یعنی اباطالب ولکن اللہ یہدی من یشاء ای العباس۔

ترجمہ! محدث ابوحاتم حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ انک لا تہدی من احببت سے مراد ابوطالب ہے اور ولکن اللہ یہدی من یشاء سے مراد حضرت عباس ہیں۔

تفسیر الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۳۳-۱۳۲

ملاحظہ: مندرجہ بالا آٹھ احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ ابوطالب نے جب کلمہ پڑھنے سے انکار کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور ان احادیث کی تخریج کرنیوالے سرداران دین اور زعماء امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث ۱ کے اصل راوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اصحاب تخریج عبد بن حمید، مسلم و ترمذی و ابن ابی حاتم محدث بیہقی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

حدیث ۲ کے اصل راوی مسیب صحابی ہیں اور اصحاب تخریج ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور محدث بیہقی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہیں۔

حدیث ۳ کے اصل راوی سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور صاحب تخریج محدث ابن مردویہ ہیں۔

حدیث ۴ کے اصل راوی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور اصحاب تخریج سعید بن منصور

عبد بن حمید ، ابوداؤد ، نسائی ، ابن منذر ، ابن مردویہ

حدیث ۳ کے اصل راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور صاحب تخریج محدث ابن عساکر ہیں۔

حدیث ۴ کے اصل راوی حضرت مجاہد تابعی رضی اللہ عنہ اور اصحاب تخریج فریابی ، ابن ابی منذر ، ابن ابی شیبہ ، عبد بن حمید ، ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہم ہیں۔

حدیث ۵ کے اصل راوی حضرت قتادہ تابعی رضی اللہ عنہ اور صاحب تخریج محدث عبد بن حمید ہیں

حدیث ۶ کے اصل راوی حضرت قتادہ تابعی رضی اللہ عنہ اور صاحب تخریج محدث ابن ابی حاتم ہیں۔

انک لا تہدی (الایۃ) کا ابوطالب کے حق میں بیان کرنے والے زعماء

۱۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (سید المفسرین)
۴۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما
۵۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ مشہور جلیل القدر تابعی
۶۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ مشہور و معروف جلیل القدر تابعی

مندرجہ بالا حضرات کی احادیث کی تخریج کرنے والے محدثین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

ابن ابی شیبہ - امام احمد بن حنبل - امام بخاری - امام مسلم - امام نسائی امام ترمذی

امام ابوداؤد - امام ابن جریر - ابن منذر - محدث ابن ابی حاتم - محدث ابوالشیخ ، محدث ابن مردویہ - محدث سعید بن منصور - حافظ ابن عساکر ، حافظ فریابی ، حافظ عبد بن حمید - محدث علامہ بیہقی - خاتم حفاظ مصر شیخ جلال الدین سیوطی۔

سیدنا امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ کی یہ عادت کریمہ ہے کہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد اگر اس میں کوئی علت ہو تو اسے بھی بیان کر دیتے ہیں۔ یہ بات ان اصحاب پر خوب روشن ہے جو تفسیر در منثور اور خصائص کبری کا مطالعہ کرنے والے ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس جلیل القدر حافظ حدیث نے مندرجہ بالا احادیث میں محدثین کرام کی اسناد احادیث پر کوئی جرح نہیں کی۔ یہ اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ ان کی تمام اسناد صحیح ہیں۔ (الحمد للہ علی ذالک)

اب دیگر مفسرین اکرام کو ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن کثیر دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ

قد ثبت فی الصحیحین انہا نزلت فی ابی طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان یحوطہ وینصرہ ویقوم فی صفہ ویحبہ حبا شدیدا طبعیا لا شرعیا فلما حضرتہ الوفاۃ وحان اجلہ دعاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الایمان والدخول فی الاسلام فسبق القدر اختطف من یدہ واستمر علی ما کان من الکفر۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۹۴)

ترجمہ: متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے کہ یہ آیت (انک لا تہدی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ و مددگار و معاون تھا اور اسے آپ سے طبعی طور پر شدید محبت تھی لیکن شرعی طور پر محبت نہ تھی۔ جب اس کی اجل قریب

ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایمان اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی لیکن نوشتہ تقدیر ہی غالب رہا۔ اور وہ اپنے سابقہ کفر ہی پر مرا۔

امام فخر الدین الرازی صاحب تفسیر کبیر المتوفی سنہ ۶۰۶ھ

ھذہ الآیۃ لا دلالۃ فی ظاھرھا علی کفر ابی طالب ثم قال الزجاج اجمع المسلمون علی انھا نزلت فی ابی طالب ۔

تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۹۱

ظاہراً یہ آیت کفر ابی طالب پر دلالت نہیں کرتی۔ پھر بھی حضرت زجاج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع کے قول پر کوئی جرح و قدح نہیں کی۔ لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت زجاج کا قول امام رازی کے نزدیک صحیح ہے۔

امام قرطبی صاحب تفسیر قرطبی المتوفی سنہ ۶۶۶ھ

انک لا تھدی اجمع المفسرون علی انھا نزلت فی شان ابی طالب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(تفسیر قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۲۹۹)

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت (انک لا تھدی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

یہ وہی حضرت امام قرطبی ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ایمان ابی طالب کے قائل ہیں۔ سبحان اللہ ھذا بہتان عظیم۔ اور آپ کا بھی بغیر قیل و قال کے اجماع نقل کرنا، اجماع کی صحت کی دلیل ہے۔

امام ابوحیان اندلسی متوفی سنہ ۷۵۴ھ

قد اجمع المسلمون علی انھا نزلت فی ابی طالب وحدیثہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالۃ ان مات مشھور۔

(البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۱۲۶)

تحقیق مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت انک لا تھدی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور ابوطالب کی مرتے وقت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو تو بالکل مشہور بات ہے۔

علامہ حسن بن محمد قمی المعروف بنظام نیشاپوری

(آپ ۸ صدی ہجری کے بزرگ ہیں)

قال الزجاج اجمع المسلمون علی انھا نزلت فی ابی طالب ۔

حضرت زجاج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر نیشاپوری جلد ۳ پارہ ۲۰ سورۃ قصص)

علامہ محمود بن عمر زمخشری المتوفی سنہ ۵۳۸ھ

قال الزجاج اجمع المسلمون انھا نزلت فی ابی طالب ۔

حضرت زجاج کا قول ہے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۴۲۲)

٭ ٭ ٭

علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ

انک لا تھدی من احببت ایمانہ یعنی ابا طالب
(تفسیر ابن عباس صفحہ ۲۴۲)

آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کا ایمان آپ کو پسند ہو مراد اس سے ابوطالب ہے۔

علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی المتوفی ۶۹۱ھ

الجمہور علی انہا نزلت فی ابی طالب
(تفسیر بیضاوی جزء ۲ صفحہ ۱۵)

جمہور اہل سنت اسی بات پر ہیں کہ یہ ایت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

امام محی السنۃ ابی محمد حسین بن مسعود بغوی المتوفی ۵۱۶ھ

انک (لا تھدی) نزلت فی ابی طالب۔

انک لا تھدی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے
(تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ خازن جلد ۵ صفحہ ۱۲۸)

امام علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی المعروف بالخازن

(المتوفی ۷۲۵ھ)

عن ابی ھریرۃ قال انک لا تھدی من احببت نزلت فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ یہ ایت اس وقت نازل ہوئی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب

حیث راود عمہ ابا طالب علی الاسلام کو اسلام کی طرف مائل کرنا چاہا۔

(تفسیر خازن جلد ۵ صفحہ ۱۲۸)

علامہ احمد بن محمود نسفی حنفی المتوفی ۷۱۰ھ

قال الزجاج اجمع المفسرین علی انہا نزلت فی ابی طالب
(تفسیر مدارک جلد ۳ صفحہ ۱۸۴)

حضرت زجاج فرماتے ہیں کہ مفسرین اہل سنت کا اجماع ہے کہ یہ ایت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

امام شربینی رحمۃ اللہ علیہ

یہ صاحب دس صدی ہجری کے بزرگ اور امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نشین ہیں۔

انزل اللہ تعالیٰ فی ابی طالب فقال الرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم انک لا تھدی من احببت۔

اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے متعلق اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا انک لا تھدی من احببت

(تفسیر سراج المنیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۷)

خاتم المفسرین شیخ اسماعیل حقی المتوفی ۱۱۳۷ھ

الجمہور علی ان الآیۃ نزلت فی ابی طالب بن عبد المطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیکون ھو المراد بمن احببت۔
تفسیر روح البیان جلد ۶ صفحہ ۴۱۵

جمہور مفسرین اسی بات پر ہیں کہ یہ ایت ابوطالب بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ پس من احببت سے مراد وہی ہے۔

سیدی شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۴۱ھ

اسی ایت کے تحت حاشیہ جلالین میں فرماتے ہیں

انہ لم یومن حتیٰ مات ھو الصحیح
صاوی شریف جلد ۳ صفحہ ۱۸۳

یہ ہی بات صحیح ہے کہ ابوطالب ایمان لائے بغیر ہی فوت ہوا ہے۔

عارف صاوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان "ھو الصحیح" سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ ہی بات صحیح ہے اس کے علاوہ تمام اقوال غلط ہیں۔

علامہ حسین بن علی کاشفی المتوفی ۹۱۰ھ

آوردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر ایمان عم خود ابوطالب بغایت حریص بود، بوقت وفات بر بالین وے آمد وگفت اے عم مرا بکلمہ لا الٰہ الا اللہ یاری دہ تا بحجت آرم بدان نزدیک خدا از برائے تو۔ ابوطالب گفت اے برادر زادہ من میدانم کہ تو راست گوئی اگر سرزنش پیرہ زنان قریش نبودی کہ ابوطالب از مرگ ترسیدہ کلمہ گفت من بگفتن ایں کلمہ ترا شاد میساختم آیت آمد انک لا تھدی

ترجمہ ! محدثین یہ روایت لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کے ایمان کی بے حد حرص رکھتے تھے۔ اس کی وفات کے وقت اس کے پاس آئے اور فرمایا اے میرے چچا کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے میری اعانت کر تاکہ میں خدا کے حضور اس کلمہ کو تیرے لئے دلیل پکڑوں۔ ابوطالب نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے میں جانتا ہوں کہ تم سچ کہتے ہو اگر قریش کی بوڑھیوں کی طرف سے سرزنش کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گی ابوطالب نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا۔ میں ضرور پڑھ لیتا اور تجھے خوش کرتا تب

یہ آیت نازل ہوئی انک لا تھدی من احببت

تمام ائمہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ ابوطالب کے ایمان لائے بغیر مر جانے پر ہی اجماع ہے اور اس اجماع کے خلاف کسی اہل سنت صاحب عقل و فہم کا عقیدہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

مولف کتاب ایمان ابوطالب نے اس اجماع پر بایں طور اعتراض جڑا ہے کہ زیر ایت انک لا تھدی تمام مفسرین کرام یہ قول کرتے ہیں کہ

۱۔ قال زجاج اجمع المسلمون ھذہ الاٰیۃ نزلت فی حق ابی طالب
۲۔ قال زجاج اجمع المسفرون ھذہ الاٰیۃ نزلت فی حق ابی طالب

یعنی حضرت زجاج نے فرمایا ہے کہ

۱۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ ایت ابوطالب کے حق میں ہے۔
۲۔ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ ایت ابوطالب کے حق میں ہے۔

اگرچہ ہر دو اقوال ہی اپنے اپنے مقام پر محل نظر ہیں لیکن پہلا قول (مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے) بالکل لا یعنی اور بے بنیاد ہے۔

کیونکہ پورے ذخیرۂ کتب اسلامیہ میں اس بات کا معمولی سا سراغ بھی کہیں نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے کبھی بھی دور میں اس بات پر اجماع کیا ہو کہ یہ ایت ابوطالب کے حق میں ہے۔

(ایمان ابی طالب صفحہ ۲۹۶)

(جواب)

ہم کہتے ہیں کہ مولف صاحب نے جو کچھ بھی لکھا ہے اپنی قابلیت کی بنا پر ہی لکھا ہے۔ چونکہ مولف موصوف ایک ناخواندہ انسان ہے لہٰذا محل شکوہ و شکایت نہیں لیکن اتنا ضرور کہتے ہیں مولف صاحب کے ہم پیالہ و ہم نوالہ نام نہاد علاموں

میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے اصول فقہ کا ابتدائی قاعدہ اصول الشاشی ہی پڑھا ہو۔ اگر پڑھا ہوتا تو اجماع کی حقیقت سے ضرور شناسا ہوتے۔ لیجئے اجماع کی حقیقت ہم بیان کرتے ہیں۔

اجماع کی تعریف

الاجماع فی اللغۃ العزم والاتفاق یقال اجمع فلان علی کذا اے عزم علیہ اجمعوا علی کذا۔ اتفقوا علیہ واما فی الاصطلاح فھو اتفاق علماء کل عصر من اہل سنۃ ذوی العدالۃ والاجتہاد علی حکم۔

اجماع کا لغوی معنی عزم اور اتفاق کا ہے کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اس بات پر اجماع کیا ہے یعنی عزم کیا ہے اور اجمعوا علی کذا کا معنی ہے کہ اس بات کا اتفاق کیا ہے لیکن اجماع کا اصطلاحی معنی ہر زمانہ کے اہل سنت علماء کا اتفاق کسی حکم کے متعلق لیکن علماء جو اصحاب عدالت اور اجتہاد ہوں

(احسن الحواشی علی اصول الشاشی ص ۸۰، حاشیہ نمبر ۱)

علامہ شاشی رحمۃ اللہ علیہ اجماع کی بحث میں لکھتے ہیں۔

الاجماع علی اربعۃ اقسام۔ اجماع الصحابۃ رضی اللہ عنہم علی حکم الحادثۃ نصاً۔ ثم اجماعھم بنص البعض وسکوت الباقین عن الرد۔ ثم اجماع من بعدھم فیما لم یوجد فیہ قول السلف۔ ثم الاجماع علی احد اقوال السلف۔

ترجمہ! اجماع کی چار قسمیں ہیں

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی نو پیدا بات کے حکم پر صراحۃً اتفاق کرلینا۔

۲۔ بعض صحابہ کا کسی حکم کی صراحت کرنا اور باقی صحابہ کا اس حکم پر سکوت اختیار یعنی اس کا رد نہ کرنا۔

۳۔ پھر صحابہ کے بعد کے لوگوں کا کسی بات کے حکم پر اتفاق کرنا جس کے متعلق اسلاف کا کوئی قول موجود نہ ہو۔

۴۔ اسلاف کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر علماء کا اتفاق کرلینا۔

اصول الشاشی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ انک لا تھدی کا ابوطالب کے متعلق نازل ہونے پر اجماع اپنی اقسام میں سے کون سی قسم ہے۔ سو اہل علم پر ظاہر ہے کہ دوسری قسم ہے۔ یعنی بعض صحابہ مثل ابوہریرہ، ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور دیگر صحابہ کا سکوت پایا جاتا کہ کسی ایک بھی صحابی سے یہ بات مروی نہیں کہ انک لا تھدی ابوطالب کے حق میں نہیں۔ لہذا صحابہ کا اجماع سکوتی پایا گیا۔ اسی طرح بعض تابعین نے بھی صراحت فرمائی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں ہے۔ مثل حضرت مجاہد اور قتادہ وغیرہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بھی اس کا رد منقول نہیں اور تبع التابعین سے بھی منقول نہیں۔ بلکہ کسی دور کے مفسر اہل سنت سے بھی منقول نہیں۔

لہذا حضرت زجاج رحمۃ اللہ علیہ کے سروردقول صحیح ہیں۔ کیونکہ کسی بھی مسلمان صاحب عدالت اور اجتہاد سے اس کا خلاف منقول نہیں اور اسی طرح کسی بھی مفسر اہل سنت سے اس کا خلاف منقول نہیں۔ جبکہ مؤلف کو بھی اقرار ہے کہ اس نے لکھا ہے کہ تمام مفسرین کرام ہی اجماع کو نقل کرتے آئے ہیں۔

کیا اہل بیت کا ایمان ابی طالب پر اجماع ہے؟

اگرچہ اس اجماع کی روایت کی حقیقت سابقہ اوراق میں ہم کھول آئے ہیں کہ اجماع اہل بیت

کی روایت کی کوئی سند نہیں۔ یہ صرف رافضیوں کی اڑائی ہوئی بات ہے۔ جس کا اہل سنت کی کتابوں میں نام و نشان تک نہیں ہے۔ اور رافضیوں کا اہل بیت اطہار پر بہتان تراشی کوئی چھپی بات نہیں۔

ھم ابوطالب کے ایمان پر اجماع کے خلاف اہل بیت کے فرد اعلیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد کے ساتھ احادیث نقل کرتے ہیں۔

حدیث سند نمبر ۱

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن ابی اسحاق قال سمعت ناجیۃ بن کعب یحدث عن علی رضی اللہ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان ابا طالب مات فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فوارہ فقال انہ مات مشرکا فقال اذھب فوارہ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۹۷)

ترجمہ! ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے ناجیہ بن کعب کو سنا وہ علی المرتضیٰ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ ابوطالب مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا جا اسے دفن کر، علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تو مشرک مرا ہے۔ آپ نے فرمایا جا کر اسے دفن کر۔

سند نمبر ۲

حدثنا ابوداؤد قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحاق قال سمعت ناجیۃ بن کعب یقول شھدت علیا یقول لما توفی ابی اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان عمک قد توفی قال اذھب فوارہ قلت انہ مات مشرکا قال اذھب فوارہ۔

(ابوداؤد طیالسی صفحہ ۱۹)

ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا ہے۔

سند نمبر ۳:

اخبرنا محمد بن المثنی عن محمد قال حدثنی شعبۃ عن ابی اسحاق قال سمعت ناجیۃ بن کعب عن علی انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان ابا طالب مات فقال اذھب فوارہ قال انہ مات مشرکا قال اذھب فوارہ۔

(نسائی شریف صفحہ ۲۴)

ترجمہ حدیث نمبر ۱ کے تحت گزر چکا ہے۔

سند نمبر ۴

حدثنا ابوالاحوص عن ابی اسحاق عن ناجیۃ بن کعب عن علی قال قال علی لما مات ابوطالب اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عمک الضال قد مات فقال لی اذھب فوارہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۹)

ترجمہ! علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آکر کہا یارسول اللہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا۔ آپ نے فرمایا جا کر اسے دفن کر۔

سند نمبر ۵

حدثنا علی بن مسہر عن الاجلح عن الشعبی قال لما مات ابو طالب جاء علی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان عمک الشیخ الکافر قد مات

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۹)

ترجمہ! شعبی کہتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ آپ کا بوڑھا چچا کافر مر گیا۔

سند ۶ اخبرنا ابو علی الحسین بن محمد بن محمد بن علی الفقیہ ثنا عبداللہ بن عمر بن احمد بن شوذب المقری بواسط ثنا شعیب بن ایوب ثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن ناجیۃ بن کعب الاسدی عن علی قال لما توفی ابو طالب اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ ان عمک الضال قد ھلک قال انطلق فواریہ ۔ (سنن بیہقی شریف جلد ۱ صفحہ ۳۰۴)

ترجمہ۔ سند ۵ کے تحت گزر چکا ہے۔

چھ سندوں کے ساتھ مختلف الفاظ میں یہ حدیث شریف روایت کی گئی ہے۔ بعض اسناد میں عمک الضال (آپ کا گمراہ چچا) اور بعض میں عمک الکافر (یعنی آپ کا کافر چچا) اور بعض میں مشرک کے الفاظ ہیں۔ اور اس حدیث کے متعلق

شیخ الاسلام ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی لکھتے ہیں

امام رافعی اپنی کتاب امالی میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مشہور اور ثابت ہے۔	قد قال الرافعی انہ حدیث ثابت مشھور قال ذالک فی امالیہ

(تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ اس مشہور اور ثابت حدیث شریف میں اہل بیت نبوی کے فرد اعلیٰ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ ابو طالب گمراہ، مشرک اور کافر مرا ہے اور مولف کتاب ایمان ابی طالب نے اہل بیت کا ایمان ابی طالب پر اجماع ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے خلاف اہل بیت کا اجماع کس طرح ہو سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ان باسند احادیث کے مقابلہ میں بے سند دیوان پیش کرنا سوائے نادانی کے اور کچھ بھی نہیں۔

مولف صاحب سے جب فرمان حیدری کا کوئی جواب نہ بن سکا تو اپنی نادانی کا یاں

الفاظ اقرار کیا۔

لکھتے ہیں

بفرض محال اگر اس کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مندرجہ بالا جملہ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمہ قرآن کے مطابق یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ (آپ کی محبت میں وارفتہ) آپ کے بزرگ چچا انتقال فرما گئے ہیں۔

ایمان ابی طالب صفحہ ۳۷۶

سب سے پہلے تو یہ بات قابل غور ہے کہ مندرجہ بالا عبارت کا عنوان مولف صاحب نے یوں باندھا ہے (علی المرتضیٰ کا قول)

عَمُّكَ شَيْخُ الضَّالِّ قَدْ مَاتَ

اگر اس عربی جملہ کے تمام کیڑے نکالے جائیں تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو جائے۔ تو میرا کا طالب علم بھی خوب جانتا ہے کہ مولف صاحب کا منقولہ جملہ کس طرح مولف کو منہ چڑا رہا ہے۔

مولف سے اگر یہ پوچھا جائے کہ سیدنا اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے ترجمہ پر تو ایمان آگیا اور آپ کا کفر ابی طالب پر جو مستقل رسالہ ہے اس پر ایمان کیوں نہیں لائے؟ کوئی بعید بات نہیں کہ جواب میں یہ کہا جائے کہ تحقیق کے اعتبار سے ہم اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ سے بلند و بالا ہیں۔ اور ایسی باتیں موجودہ دور کے جہلاء سے اکثر سننے میں آ رہی ہیں۔

(امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کا مسلمہ اصول ہے)

النصوص من الکتاب والسنۃ تحمل علی ظواھرھا مالم یصرف عنھا دلیل قطعی ۔ | نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا حمل ظاہر معنوں پر ہی کیا جاتا ہے۔ جب تک کوئی دلیل قطعی مانع نہ ہو۔

(شرح العقائد صـ۱۰۱)

سیدنا اعلیٰحضرت احمد رضا خاں صاحب نفعنا اللہ تعالیٰ بعلومہ الی یوم القیامۃ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

"نصوص میں بلا ضرورت تاویل وتخصیص باطل اور نامسموع ہے۔"

(ملفوظات حصہ ا صـ۲۷)

لفظ ضال کے ظاہری معنی گمراہ ہی کے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ لفظ اپنے ظاہر معنوں پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان نفوس قدسیہ کی عصمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس مقام پر لفظ ضال کو ظاہر سے پھیرنا لازم ٹھہرا۔

ابوطالب کے متعلق فرمان حیدری میں تاویل باطل و مردود ہے کیونکہ ابوطالب کی عصمت یا صالح ہونے پر کوئی دلیل قطعی موجود نہیں۔ اس کے علاوہ بعض نصوص حدیثیہ میں ابوطالب کے متعلق "مات کافراً اور مات مشرکاً" بھی آیا ہے۔

سیدنا و امامنا البخاری رضی اللہ عنہ

سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری شریف کی احادیث صحیحہ کا ابوطالب کے پرستاروں کے پاس کوئی معقول جواب نہیں لہٰذا ایمان ابی طالب کے ناخواندہ مولف نے امام اجل سیدنا بخاری رضی اللہ عنہ اور آپ کی کتاب صحیح بخاری شریف کے

متعلق ایسا زہر اگلا ہے جس سے امام بخاری رضی اللہ عنہ ایک غیر معتبر بلکہ ایک کاذب انسان اور بخاری شریف کذب و افتراء کا پلندہ ثابت ہوئی ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ سیدنا وامامنا امام بخاری رضی اللہ عنہ اور آپ کی بے نظیر کتاب بخاری شریف کے متعلق جتنی بھی خرافات کتاب ایمان ابی طالب میں درج ہیں یہ مولف کتاب کی اپنی ذاتی نہیں ہیں بلکہ ایک اور ناخواندہ انسان محمد یوسف نعت خوان ساکن چیلے گوجراں تحصیل سمندری ضلع لائلپور کی صحبت کا اثر ہے۔ اور محمد یوسف صاحب کی نظر عتاب سے بڑے بڑے علماء اور صوفیاء بھی محفوظ نہیں۔ امام بخاری کے علاوہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضور مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، امام اہلسنت سیدنا احمد رضا خاں صاحب، صدر الافاضل مولانا الشاہ نعیم الدین مرادآبادی، حکیم الامت سیدی مفتی احمد یار خاں صاحب، مناظر اعظم سیدی وسندی مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہم و رضی اللہ عنہم اجمعین بھی محمد یوسف صاحب کے معتوب ہیں۔ مولف کتاب ایمان ابی طالب نے امام بخاری کے علاوہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی بعض مقامات پر حقارت آمیز لہجہ میں کیا ہے۔ لہٰذا ہم اپنی اس تالیف میں اس مقام پر ان دونوں حضرات یعنی امام بخاری اور امام ابن حجر عسقلانی کی جلالت شان کا ذکر کرتے ہیں اور باقی حضرات سے محمد یوسف صاحب کے اعتراضات کسی دوسری تالیف میں ذکر کریں گے۔

اکابرین احناف اور سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ

گیارہویں صدی ہجری کے مجدد سیدی علی بن سلطان قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال السید جمال الدین المحدث بقالی لہ امیر المومنین فی الحدیث وناصر الاحادیث النبویۃ وناشر المواریث المحمدیۃ قیل لم یرفی زمانہ

مثله من جهة حفظ الحديث واتقانه وفهم معاني كتاب الله وسنة رسوله ومن جهة حدة ذهنه ودقة نظره ووفور فقهه وكمال زهده وغاية ورعه وكثرة اطلاعه على طرق الحديث وعلله وقوة اجتهاده واستنباطه مما صلى عليه ووضع في حفرته فاح من تراب قبره رائحة طيبة كالمسك وجعل الناس يختلفون الى قبره مدة يأخذون من تراب قبره۔

قال بعضهم رأيت النبي صلى الله عليه وسلم ومعه جماعة من اصحابه وهو واقف فسلمت عليه فرد علي السلام فقلت ما وقوفك معنا يا رسول الله قال انتظر محمد بن اسماعيل فلما كان بعد ايام بلغني موته فاذا هو قد مات في الساعة رأيت النبي صلى الله عليه وسلم فيها۔

بعد نحو سنتين من موته استسقى اهل سمرقند مرارا فلم يسقوا فقال بعض الصالحين لقاضيها رأى ان تخرج بالناس الى قبر البخاري ونستسقي عنده نرجو الله ان يسقينا فعل وبكى الناس عند القبر وتشفعوا بصاحبه فارسل الله تعالى عليه السماء بماء عزير اقام الناس من اجله نحو سبعة ايام لا يستطيع احد الوصول الى سمرقند من كثرة المطر۔

(مرقات شریف شرح مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۱۵-۱۶)

(مطبوعہ ملتان) اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۱۳)

ترجمہ ! سید جمال الدین محدث فرماتے ہیں کہ امام بخاری کو فن حدیث میں امیر المومنین ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ناصر و مددگار ، محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی چھوٹی بڑی وراثت کے ناشر کہا گیا ہے ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ از روئے حفظ و اتقان حدیث اور کتاب و سنت کے معانی کے فہم ، ذہانت دقت نظر ، وفور فہم ، کمال زہد ، انتہائی پرہیزگاری ، طرق احادیث اور ان کی علتوں پر اطلاع ، قوت اجتہاد و استنباط ، امام بخاری اپنی نظیر نہ رکھتے تھے ۔

جب آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور قبر میں رکھا گیا تو آپ کی قبر شریف کی مٹی سے کستوری کی مانند خوشبو آنے لگی ۔ مختلف اطراف سے لوگ آپ کی قبر پر آتے اور آپ کی قبر سے مٹی لیجاتے ۔

اور بعضوں نے یہ بیان فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مع اپنے بعض اصحاب کے دیکھا کہ آپ ایک جگہ کھڑے ہیں ۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دیا ۔ پھر میں نے عرض کیا آپ یہاں کیسے رونق افروز ہیں ، جواب دیا کہ ہم محمد بن اسماعیل کے منتظر ہیں ۔ پس کچھ دن کے بعد امام بخاری کے وصال کی خبر مجھے ملی ۔ تو وہ وہی گھڑی تھی جس گھڑی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا ۔

آپ کے وصال کے دو سال بعد اہل سمرقند نے کئی بار نماز استسقاء پڑھی لیکن بارش نہ ہوئی ۔ پس کسی صالح نے سمرقند کے قاضی کو مشورہ دیا کہ آپ لوگوں کو لے کر امام بخاری کے مزار پر حاضر ہو کر طلب باراں کریں ۔ امید ہے ضرور بارش ہوگی ۔ پس قاضی صاحب نے ایسا ہی کیا ۔ لوگ امام صاحب کی قبر انور کے پاس روئے اور بارش کی دعائیں کیں اور صاحب قبر کا وسیلہ پکڑا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر بارش برسائی کہ کثرت باراں کے سبب لوگ ایک ہفتہ تک سمرقند کو واپس نہ آسکے ۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں۔

مسلم صاحب الصحیح چوں نزد او در آمد میگفت بگذار مرا تا بوسہ زنم دو پائے ترا یا طبیب الحدیث یا استاذ الاستاذین یا سید المحدثین و ترمذی میگفت ندیدم مانند او و گردانیدہ است خدائے تعالیٰ او را زینت ایں امت و ابن عدی گفت کہ وے ندیدہ است مثل خود و ابن خزیمہ گفت نیست زیر کبود آسمان داناتر بحدیث و حافظ تر از وے، و بعض علماء در شان وے گفتہ اند کہ وے آیتی از آیات الٰہی است کہ بپاہا زمین میرود۔

(اشعۃ اللمعات جلد ا صـ ٩)

ترجمہ! امام مسلم صاحب صحیح مسلم جب امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عرض کرتے اے احادیث کے طبیب 'استادوں کے استاد' محدثین کے سردار اپنے دونوں پاؤں میری طرف پھیلاؤ تاکہ میں ان کو بوسہ دوں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی مانند میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کی زینت بنایا ہے۔ اور ابن عدی نے فرمایا۔ آپ کی مثل کوئی نہیں دیکھا گیا۔ محدث ابن خزیمہ نے فرمایا کہ امام بخاری سے داناتر اور حافظ تر آسمان کے نیچے کوئی نہیں۔ بعض علماء نے امام بخاری کی شان میں یہ فرمایا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے زمین پر چلتی پھرتی نشانی ہیں۔

سیدنا و امامنا اعلیٰحضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی رضی اللہ عنہ اور امام بخاری رضی اللہ عنہ

امام اہلسنت سیدنا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ منکر الحدیث راوی کی

حدیث کے حکم میں فرماتے ہیں۔

" یوں ہی منکر الحدیث اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں اس سے روایت حلال نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۲ صـ ٥٣٥)

اس مرد کامل سے امام بخاری کی بارگاہ کا ادب ملاحظہ فرماویں کیسے جلیل القدر الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور ناخواندہ گستاخوں کو بھی دیکھو امام اجل رضی اللہ عنہ سے کیسا بغض و عناد رکھتے ہیں۔

کیا متذکرہ بالا ائمہ احناف نے بخاری شریف نہیں پڑھی تھی۔ اگر پڑھی تھی تو موجودہ جہلاء والی نامعقول باتیں ان کو کیوں نہ سوجھیں۔ اے نادانوں امام اجل سیدنا و امامنا بخاری رضی اللہ تعالیٰ کا قول (قال بعض الناس) شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کیوں اوجھل رہا۔ کیا علی قاری رحمہ اللہ الباری بزعم جہلاء امام اعظم رضی اللہ عنہ کی توہین صحیح بخاری میں ملاحظہ نہ فرمائی ہوگی۔

دنیائے احناف پر کتنا بڑا بہتان باندھا کہ [illegible] ہجری سے لے کر آج تک تمام اکابر علماء و صوفیاء احناف صحیح بخاری شریف میں ابراہیم [illegible] والسلام پر امام بخاری کا باندھا ہوا جھوٹ (کہ ابراہیم نے تین جھوٹ بولے ہیں) اور [illegible] عالی مقام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی توہین ملاحظہ فرماتے رہے اور امام بخاری کے ثنا خواں رہے۔ کسی نے بھی سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خیر خواہی نہ کی۔ اور آخر زمانہ میں پرانے دو ناخواندہ حنفی پیدا ہوئے جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا جی بھر کر انتقام لینے کی ٹھانی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور سیدنا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی تمام تالیفات اور تصنیفات سے اگر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے القاب نقل کئے جائیں تو ایک مستقل کتابچہ تیار ہو جائے یہاں صرف ایک ہی کتاب کے چند حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں تاکہ نام نہاد حنفی بریلوی عبرت پکڑیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲

ص۲۲۴ امام سندا لحافظ عسقلانی

ص۲۲۵ سندالحفاظ امام ابن حجر عسقلانی

ص۲۳۱ شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی

ص۲۳۲ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی

ص۲۴۲ استاذ امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

امام اہلسنت جس انسان کو مندرجہ بالا القاب سے نوازیں۔ جھوٹے حنفی اور بریلوی اس کا ذکر حقارت آمیز لہجہ میں کریں۔ افسوس صد افسوس اگر ان لوگوں نے کسی استاد کے آگے زانوئے ادب طے کر لیا ہوتا تو ان گستاخیوں کی جرأت نہ ہوتی۔

محمد یوسف صاحب پہلے گزرے والے امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بایں وجہ مورد طعن بنائے ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب الدرایہ میں دارقطنی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ابوحنیفہ ...... الحسن بن عمارہ وھما ضعیفان ۔ (الدرایہ صد۲۹۴)

ترجمہ: محدث دارقطنی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ اور حسن عمارہ دونوں ضعیف ہیں۔

لیکن اہل علم حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ صرف کسی کا قول نقل کر دینا ناقل کے مذہب کی دلیل نہیں ہوتی۔ البتہ اصول یہ ہے " نقل قول الغیر بلا تردید یدل علیٰ مذھب الناقل " یعنی بلا تردید کسی کا قول نقل کرنا ناقل کے مذہب کی دلیل ہوتا ہے۔ اگر ناقل اس قول کی تردید کر دے خواہ اسی مقام پر یا کسی دوسرے مقام پر تو وہ مردود قول ناقل کا مذہب نہ ہے گا۔ لیکن جہالت کا برا ہو علمی باتوں سے اسے کیا تعلق۔

امام الشان سندالحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"قال محمد بن سعد العوفی سمعت ابن معین یقول کان ابوحنیفۃ ثقۃ قال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث"

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۰)

یعنی محمد بن سعد عوفی کہتے ہیں کہ میں نے ابن معین کو کہتے سنا ہے کہ ابوحنیفہ ثقہ ہیں اور صالح بن محمد اسدی ابن معین سے نقل کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ حدیث میں پختہ ہیں۔

اس توثیق کو نقل کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں

ومناقب الامام ابی حنیفۃ کثیرۃ جداً فرضی اللہ تعالیٰ عنہ واسکنہ الفردوس ۔ آمین ۔

تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۲

امام ابوحنیفہ کے مناقب بے شمار ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو اور انہیں جنت فردوس میں جگہ دے آمین

لہٰذا ثابت ہوا کہ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو محدث دارقطنی

سے اتفاق نہیں۔

امام اجل سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۔

جسے بعض جہلا، سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی توہین پر محمول کرتے ہیں۔
مولف کتاب "ایمان ابی طالب" لکھتا ہے۔

"اور دوسری دلیل ان (امام بخاری) کے متعصب اور
مسلک پرور ہونے کی یہ ہے کہ وہ سیدنا امام مالک، سیدنا
امام احمد بن حنبل، سیدنا امام شافعی رضوان اللہ علیہم اجمعین
سے تو روایت نقل فرما دیتے ہیں لیکن پوری بخاری شریف
میں ایک روایت بھی ایسی نہیں جو انہوں نے سیدنا امام
اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے نقل کی۔ البتہ
جب انہیں ہدف تنقید بنانا ہوتا ہے تو نہایت کراہت
سے قال بعض الناس لکھ دیتے ہیں۔ بلکہ وہ اس
سے بڑھ کر زیادتی یوں بھی فرما دیتے ہیں کہ سیدنا امام اعظم
رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو دھوکا دینے والے ہیں۔

(ایمان ابی طالب صـ ۲۴۳)

حقیقت امر یہ ہے کہ جہلا قسم کے لوگ ہر گروہ، ہر جماعت اور ہر
مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ جو جماعت اور مذہب کے لئے ننگ و عار کا سبب ہوتے
ہیں۔ امام اجل سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح بخاری شریف میں تقریبا"
چوبیس جگہ یہ جملہ قال بعض الناس یعنی بعض لوگوں نے کہا استعمال فرمایا
ہے۔ اب غیر مقلدین لوگوں میں سے جو جاہل قسم کا طبقہ ہے وہ امام بخاری رضی اللہ عنہ
[illegible]

ذکر کرتے ہیں کہ دیکھو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابو حنیفہ کا کوئی وقار ہوتا تو وہ
اسے قال بعض الناس کے الفاظ سے ذکر نہ کرتے۔ چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام
ابو حنیفہ کو بعض الناس کہا ہے لہذا ابو حنیفہ کوئی قابل قدر انسان نہیں۔ اس کے مقابلہ
میں مقلدین کا جاہل طبقہ اس جملہ کا سہارا لے کر امام بخاری رضی اللہ عنہ کی تنقیص ان الفاظ
میں کرتے ہیں کہ دیکھو جی سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو امام بخاری نے کیسے اہانت آمیز
الفاظ کا نشانہ بنایا ہے۔ لہذا امام بخاری جس نے اتنے بڑے امام کی توہین کی ہے وہ تو
خود کوئی شے نہیں نعوذ باللہ من ھذیان الجاھلین۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جو علماء عربی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں ان پر خوب روشن ہے کہ
مؤلفین خواہ علماء محققین ہوں یا صوفیاء کاملین اپنا اپنا عندیہ بیان کرنے کے بعد اصحاب،
اختلاف کا ان ہی الفاظ میں ذکر کرتے ہیں مثلاً

قال بعضھم : یعنی بعض نے یہ کہا ہے۔
ھذا قول البعض : یہ بعض کا قول ہے۔
ذھب بعضھم الی ھذا : بعض لوگ اس طرف گئے ہیں۔ وغیرہ ذالک

لہذا سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ کا فرمانا قال بعض الناس اس میں کسی کی
کوئی اہانت نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف کی شروح کو اگر دیکھا جائے تو کسی
شارح نے بھی اس بات پر جزم نہیں کیا۔ کہ قال بعض الناس سے مراد امام
ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں

علامہ بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری لکھتے ہیں :۔

[illegible]

كانه يريد بعض الناس الشافعي وهو رد لقول من قال ان البخاري اذا قال بعض الناس اراد بهم ابا حنيفة ۔

ہے کہ علامہ مغلطائی مصری کہتے ہیں کہ بعض الناس سے مراد امام شافعی ہیں یہ بات اس انسان کا رد کرتی ہے جو کہتا ہے کہ جب امام بخاری بعض الناس کہتے ہیں مراد ابو حنیفہ ہوتے ہیں ۔

(عمدۃ القاری شریف جزء ۲۴ صفحہ ۲۴)

مولانا نور الحق ابن شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں :-

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول (وقال بعض الناس لا بد للحاکم من مترجمین) یعنی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حاکم کے لئے دو شخص ترجمہ کرنے والے ہونے چاہییں)

اس کے تحت شارح مرحوم فرماتے ہیں

مولف ہر جا بعض الناس میگوید مراد حنفیہ اند و ایں قول کہ مترجم دو کس بباید شافعی ہم قائل است پس دریں رد است بر آنا کہ گفتہ اند ہر جا مولف بعض الناس میگوید مراد حنفیہ اند

(تیسیر القاری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۲)

ترجمہ ! صاحب بخاری شریف جب بھی بعض الناس فرماتے ہیں کہ مراد علماء حنفیہ ہوتے ہیں۔ یہ قول کہ حاکم کے لئے دو مترجم ہونے ضروری ہیں اس کے امام شافعی بھی قائل ہیں ۔ لہذا یہ بات مردود ہے کہ بعض الناس سے ہر جگہ علماء احناف ہی مراد ہوتے ہیں ۔

معلوم ہوا کہ بعض الناس سے ہر جگہ امام ابو حنیفہ مراد لینا ہرگز صحیح نہیں بلکہ

امام شافعی بھی مراد ہو سکتے ہیں ۔ علامہ نور الحق صاحب مرحوم نے تو اچھی طرح وضاحت کر دی کہ امام ابو حنیفہ ہی نہیں بلکہ بعض دیگر علماء حنفیہ مراد ہیں ۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں :-

فالكرماني ما جزم بان مراد البخاري ببعض الناس ابو حنيفة ومحمد بن الحسن لانه رده في كلامه ۔

علامہ کرمانی کا یہ جزم نہیں کہ امام بخاری کی بعض الناس سے مراد ابو حنیفہ اور محمد بن حسن ہے ۔ کیونکہ کرمانی نے اپنے کلام میں اس بات کا رد کیا ہے ۔

(عمدۃ القاری شریف جلد ۲۴ صفحہ ۲۶)

پھر فرماتے ہیں

والعجب من بعضهم الذي جزم بان المراد به محمد بن الحسن فهرولهم عن المراد به الشافعي مثل ما ذكره الشيخ علاؤ الدين مغلطائي لما ذا

پس لوگوں میں سے بعض پر تعجب ہے کہ وہ جزم کئے ہوئے ہیں کہ بعض الناس سے مراد محمد بن حسن ہی ہیں اور شافعی مراد ہونے سے کیوں بھاگتے ہیں جیسا شیخ علاؤ الدین مغلطائی (مصری) نے فرمایا ہے ۔

(عینی شریف جزء ۲۴ صفحہ ۲۶ - ۲۷)

علامہ بدر الدین عینی حنفی کا فیصلہ :-

والحال ان المراد به لو كان الشافعي لما يلزم فيه النقص

حالانکہ اگر بعض الناس سے مراد امام شافعی ہی ہوں تو اس سے شافعی کی تنقیص لازم

للشافعی۔ | نہیں آتی۔

جاہل مقلدوں اور غیر مقلدوں کو عبرت پکڑنی چاہیے کہ بعض الناس سے خواہ کوئی صاحب بھی مراد ہو یہ اس کی تنقیص شان نہیں۔

جہلاء کے دوسرے اعتراض کا جواب

جاہل لوگوں نے جو یہ اعتراض اٹھایا ہوا ہے کہ سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ کے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں لی لہٰذا سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بھی تنقیص ہے۔ اس کا جواب علامہ بدرالدین عینی حنفی یوں فرماتے ہیں۔

ولا ینقص من جلالۃ قدرہ شیء لعلی ان البخاری لا یراع الشافعی قط والدلیل علیہ انہ ما ادی عنہ فی جامعہ الصحیح ولو کان یعترف بہ لروی عنہ	یہ بات بھی امام شافعی کی جلالت قدر سے کچھ بھی کمی نہیں کرتی کہ بخاری نے شافعی کی کوئی رعایت نہیں کی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر امام بخاری کے نزدیک شافعی کا اعتراف ہوتا تو ضرور اس سے روایت لاتے۔ (حالانکہ امام بخاری شافعی سے کوئی روایت نہیں لائے)
عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۹۵	

ثابت ہوا کہ سیدنا امام بخاری کا کسی سے روایت نہ لانا اس شخص کی جلالت شان کو کم نہیں کرتا۔ لہٰذا امام اہل سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ پر جہلاء کے اعتراض بالکل مردود ہیں۔ اور جہلاء کا یہ کذب صریح ہے جو کہتے ہیں بخاری رحمۃ اللہ علیہ شافعی سے روایات لائے ہیں۔

مؤلف کتاب ایمان ابی طالب کا سیدنا امام بخاریؒ پر بہتان

مؤلف صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ امام بخاری کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ مسلمانوں کو دھوکا دینے والا انسان تھا۔ یہ سراسر کذب و افتراء ہے۔ مؤلف کتاب کا ذاتی نہیں بلکہ کسی دوسرے ناخواندہ نام نہاد عالم علم لدنی صاحب کا ہے جو کافیہ و قدوری کی ایک سطر بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ مؤلف لکھتا ہے کہ امام بخاری' امام اعظم کے حق میں یوں بھی فرما دیتے ہیں۔

(کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو دھوکا دینے والے ہیں)

ایمان ابی طالب صفحہ ۳۴۲

ھم کہتے ہیں کہ صحیح بخاری شریف اردو کی کتاب نہیں بلکہ عربی زبان میں ہے مؤلف یا مؤلف صاحب کے ہم خیال کو چاہیے تھا کہ بخاری شریف کی عربی عبارت نقل کرتے۔ بلکہ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مؤلف صاحب کو تو اتنا بھی علم نہیں کہ تراشنے والے نے یہ کذب کس مقام سے تراشا ہے تو ہم نقل کر دیتے ہیں۔

قال ابو عبد اللہ فاجاز ھذا الخداع بین المسلمین	کہا ابوعبداللہ (یعنی امام بخاری) نے کہ جائز رکھا ہے یہ دھوکا درمیان مسلمانوں کے۔
	بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۲

علامہ نورالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں

گفت مؤلف رحمہ اللہ پس روا داشتہ ایں حیلہ کہ خداع است میان مسلماں	کہا مؤلف (بخاری) نے پس یہ حیلہ جو کہ دھوکا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان اس کو جائز رکھا۔
تیسیر القاری جلد ۲ صفحہ ۔۔	

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ان ناخواندہ لوگوں کے علاوہ علماء حضرات جنہوں

نے صحیح بخاری شریف پڑھی یا پڑھائی ہے کو علم ہے کہ فاجاز کا فاعل پچھلی عبارت میں وہی بعض الناس ہے۔ جس کے متعلق یہ جزم سے نہیں کہا جاسکتا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی مراد بالکل امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی رہیں۔

۲۔ بعض الناس سے خواہ کوئی فرد بھی مراد ہو لیکن عربی عبارت میں یہ کہاں ہے کہ امام اعظم مسلمانوں کو دھوکا دینے والے ہیں۔ ان کاذبوں کو اللہ تعالےٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

مؤلف ایمان ابی طالب کی سیدنا امام بخاریؒ کے متعلق ایک اور حماقت

مؤلف صاحب لکھتے ہیں

"ہم اپنے مؤقف (یعنی امام بخاری اور کتاب صحیح بخاری قابل اعتماد نہیں) کی مزید تائید کے لئے امام بخاری کی دو روایتیں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جنہیں معیار روایت کو کچل کر محض اپنے نظریّے کی تسکین کے لئے اپنی کتاب "تاریخ الصغیر میں نقل فرماتے ہیں"

(کتاب ایمان ابی طالب صفحہ ۲۴۳)

اس کے بعد تاریخ صغیر کی دو روایتیں نقل کی ہیں جن کو امام ابو حنیفہ کی تنقیص شان پر محمول کیا ہے حالانکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام نہیں دیا جاسکتا۔

ہم کہتے ہیں کہ مؤلف صاحب اگر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھتے تو شاید ان روایات کو وجہ طعن نہ بناتے۔

مؤلف کی قابلیت کا تو یہ حال ہے کہ جس تاریخ کا حوالہ دیا ہے اس کا نام یوں لکھا ہے تاریخ الصغیر اتنا بھی شعور نہیں کہ صاحب تاریخ نے جو نام رکھا

ہے وہ صفت اور موصوف ہے یعنی التاریخ الصغیر' تاریخ موصوف اور صغیر صفت۔ اور جو مؤلف صاحب نے لکھا ہے وہ مضاف اور مضاف الیہ ہے اب معنوں کا فرق ملاحظہ فرماویں۔

التاریخ الصغیر کا معنی ہے (چھوٹی تاریخ) یعنی تاریخ کی چھوٹی کتاب
تاریخ الصغیر کا معنی ہے (چھوٹے کی تاریخ) یعنی چھوٹے کی تاریخ کی کتاب
تف ہے اس قابلیت پر۔

اور تواریخ میں معیار روایت کا بھی اس ناخواندہ انسان کو کوئی علم نہیں۔ تاریخی روایات کا معیار سنیئے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع۔

(سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲)

ترجمہ: یہ بات مخفی نہ رہے کہ (تاریخی کتابیں) ہر قسم کی روایات مثلاً صحیح، سقیم، ضعیف، بلاغ، مرسل، منقطع، معضل کی جامع ہوتی ہیں۔ البتہ موضوع روایات نقل نہیں کرنی چاہیے۔

جناب مؤلف صاحب تو مذکورہ بالا اقسام روایات کی تعریف بھی نہیں جانتے۔ ثابت ہوا کہ مؤلف تاریخ کو جو کچھ ملتا ہے نقل کرتا چلا جاتا ہے ایسا کرنے میں مؤلف تاریخ پر کوئی الزام نہیں رکھا جاتا۔

منقولہ روایات میں سے ایک کے ذمہ دار تو محدث حمیدی شافعی ہیں اور دوسری کا ذمہ دار سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ ناقل رحمۃ اللہ علیہ کا کیا قصور،

جو کچھ پہنچا سو لکھ دیا۔

سیدنا امام بخاری کی تاریخی روایات کا محققین علمائے جواب سنئیے

محققین علماء احناف رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قال بعض الناس پر جہلاء کے شبہات کی تردید میں متعدد رسائل تالیف فرمائے ہیں۔ جن میں سے ایک رسالہ علامہ نور الحق بن شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کا ہے جو کہ ان کی فارسی شرح بخاری میں درج ہے اور ایک دافع الوسواس کے نام سے ہے اور ایک ایقاظ الوسواس فیما قال بعض الناس کے نام سے ہے۔

صاحب ایقاظ الوسواس فرماتے ہیں۔

لو وجد فی تاریخ البخاری قدحًا علی الامام حمل علی الالحاق ان لم یکن بلفظ یحتمل غیرہ قال فی القاموس وابو حنیفۃ کنیۃ عشرین من الفقہاء۔

(ایقاظ الوسواس صفحہ [illegible])

ترجمہ! اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں امام اعظم پر اعتراض والی بات پائی جائے تو اگر الفاظ میں احتمال غیرہ ہو تو اسے الحاق پر محمول کرنا چاہیے اور قاموس میں ہے کہ بیس فقہاء کرام ایسے ہیں جن کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔

امام اجل سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ کے متعلق مؤلف صاحب کے دیگر ہذیانات

۱۔ امام بخاری سے خطا ہو سکتی ہے۔ لوگوں نے آپ کی تاریخ کی کتاب میں آپ کی غلطیاں پکڑی ہیں۔

۲۔ بخاری شریف کے کئی راوی ہیں جن پر جرح ہوئی ہے۔

۳۔ فقہائے کہا ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم شریف مقدم رکھنا تحکم ہے۔

۴۔ تمام احادیث کا بخاری و مسلم میں استیعاب نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ان یاوہ گوئیوں سے ابو طالب ایماندار کیسے ثابت ہو گیا۔ ان باتوں کو ایمان ابی طالب سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

ہمارے سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کیا صحیح بخاری تاریخ کی کتاب ہے۔ صحیح بخاری کا اغلاط نامہ کس نے لکھا ہے؟

۲۔ کیا کفر ابی طالب پر دلالت کرنے والی احادیث، بخاری شریف کا کوئی راوی ضعیف ہے؟

۳۔ فقہا کا فرمانا کہ بخاری مسلم کو مقدم رکھنا تحکم ہے اس سے صحت بخاری و مسلم پر کیا اثر ہے؟

۴۔ تمام احادیث صحیحہ کا استیعاب نہ ہونا کفر ابی طالب والی حدیث سے کیا تعلق رکھتا ہے؟

اور سنیئے تو صرف وہ احادیث ہیں جو باعتبار دلالت کفر ابی طالب پر نص ہیں، ان کا کوئی راوی ضعیف نہیں۔ ان احادیث کو سوائے جہلا کے کسی نے بھی غیر معتبر قرار نہیں دیا۔

مؤلف صاحب کی اور حماقت

لکھتا ہے کہ

"بہر حال امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں میں تمام تر

ذخیرہ لائق اعتماد نہیں۔ اس لئے کہ غلطی ان سے بھی ہو سکتی
ہے۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں انا لا ندعی العصمۃ من
السھو والخطاء فی الاجتہاد فی غیر الانبیاء
(ایمان ابی طالب صفحہ ۲۴۹)

مؤلف صاحب نے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مولف ویسے ہی عربی سے نابلد ہیں اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ذہبی کی عبارت مولف کے مدعا کے سراسر خلاف ہے۔ ترجمہ سنیے

" علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے سوائے کسی مجتہد کو بھول اور خطا سے معصوم قرار نہیں
دیتے "

بھلا مولف صاحب یہ بتائیں کہ صحیح بخاری شریف یا صحیح مسلم شریف فقہ کی کتابیں ہیں جن کے اجتہادی مسائل میں مجتہد سے غلطی کا امکان ہے۔

اور مؤلف یہ بھی نہیں جانتا کہ امکان غلطی' وقوع غلطی کو مستلزم نہیں۔ وگرنہ یہ تو ماننا پڑے گا کہ جو انسان معصوم عن السھو والخطاء نہیں اس کی باتیں قابل اعتماد و اعتبار نہیں ہو سکتیں۔ جہلاء کے اس ضابطے کے مطابق تو سوائے نبی اللہ کے ہر ایک کی بات غیر معتبر ہو جاتی ہے۔ پھر مولف صاحب کو ایمان ابی طالب پر کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی کیا مولف نبی اللہ ہے جس سے غلطی کا امکان نہیں۔

قرآن مجید اور صحیح بخاری شریف کا جاہلانہ تقابل

مؤلف صاحب لکھتے ہیں

ارشاد بخاری لم یکذب	ہر گز نہیں جھوٹ بولا ابراہیم پیغمبر
ابراھیم النبی علیہ السلام قط الا ثلاث کذبات	علیہ السلام نے مگر تین جھوٹ بولے ہیں۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۷۴)

ارشاد باری

واذکر فی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا	اور ذکر کرو یا محمد کتاب میں ابراہیم کا کہ بیشک تھے وہ سچے نبی

(سورۃ ابراہیم آیت ۴۱)

کتاب ایمان ابی طالب ۲۵۰-۲۵۱

اس حدیث شریف اور آیت کریمہ پر جاہلانہ حاشیہ یوں چڑھایا ہے لکھتے ہیں

" بخاری شریف کی اس روایت اور قرآن مجید کی
اس آیت کریمہ میں جو براہ راست تصادم ہے کسی
وضاحت کا محتاج نہیں اور قارئین کرام پر ہرگز
مخفی نہیں رہا ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ قرآن مجید میں
فرماتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سچے نبی ہیں اور
امام بخاری فرماتے ہیں کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے
ہیں "

(ایمان ابی طالب صفحہ ۲۵۱)

ہم کہتے ہیں کہ بخاری شریف کی حدیث اور جہلاء کے لئے بیشک وضاحت کا محتاج نہیں لیکن علماء نے تو وضاحت فرمائی ہے اور پھر غضب کی بات تو یہ ہے کہ مؤلف صاحب خود بھی کذب و افتراء کے عادی ہیں لکھتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابراہیم نے تین جھوٹ بولے (جھوٹوں پر خدا کی لعنت) امام اجل سیدنا امام

بخاری کا ہرگز ہرگز یہ قول نہیں ہے۔ سنیئے! مولف صاحب نے خود ہی اپنے اوپر
قرآن مجید کی یہ آیت چسپاں کر لی ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین خود ہی
جھوٹ بولیں اور خود ہی ملعون ٹھہریں۔

(دزدے چہ دلاور است کہ بکفے چراغ دارد)

کیا مذکورہ عبارت (لم یکذب ابراھیم النبی قط الا ثلاث کذبات)
سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔؟

بخاری شریف کی حدیث ۱

حدثنا سعید بن تلید الرعینی اخبرنی ابن وھب اخبرنی جریر
بن حازم عن ایوب عن محمد عن ابی ھریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکذب ابراھیم الا ثلاثا۔
(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۴۷۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ابراہیم نے ہرگز جھوٹ نہیں بولا مگر تین بار۔

حدیث ۲ = ثنا محمد بن محبوب ثنا حماد بن زید عن ایوب عن
محمد عن ابی ھریرۃ قال لم یکذب ابراھیم الا ثلث کذبات
(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۴۷۳)

ترجمہ: ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے
ہیں۔

حدیث ۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حدیث ۲ میں ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
بہر حال کچھ بھی ہو مولف کا یہ کہنا کہ امام بخاری فرماتے ہیں صریح کذب و افترا ہے

مندرجہ بالا دونوں احادیث بالکل صحیح اور ثابت ہیں
پہلی حدیث سند کے اعتبار سے مرفوع متصل ہے۔
دوسری حدیث سند کے اعتبار سے مرفوع حکمی ہے۔
بہر حال حدیث مرفوع متصل صحیح الاسناد ہے۔ اب رہا اس حدیث صحیح
مرفوع کا قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے تصادم کا مسئلہ وہ سنیئے!

علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری شریف لکھتے ہیں:-

وجہ اطلاق الکذب علی الامور الثلاثۃ فھو ما قال الماوردی اما الکذب
فیما طریقہ البلاغ عن اللہ عزوجل فالانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام معصومون
عنہ واما فی غیرہ فالصحیح امتناعہ۔ فیؤول ذلک بانہ کذب بالنسبۃ
الی فھم السامعین اما فی نفس الامر فلا۔ اذ معنی سقیم سا سقم لان
الانسان عرضۃ للاسقام او سقیم بما قدر علیہ من الموت او کانت
تاخذہ الحمی فی ذلک الوقت۔

واما قولہ کبیرھم فیؤول بانہ اسند الیہ لانہ ھو السبب لذلک او ھو
مشروط بقولہ ان کانوا ینطقون او یوقف عند لفظ فعلہ فاعلہ
کبیرھم ھذا ابتداء الکلام

واما سارۃ فھی اختہ بالاسلام

واتفق الفقہاء علی ان الکذب جائز بل واجب فی بعض المقامات کما
انہ لو طلب ظالم ودیعۃ لیاخذھا غصبا وجب علی المودع عندہ
ان یکذب بمثل انہ لا یعلم موضعھا بل
یحلف علیہ۔

عمدۃ القاری جلد ۱۵ صفحہ ۲۴۸-۲۴۹

ترجمہ : (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) کے تینوں باتوں پر کذب کے اطلاق کی حقیقت وہی ہے جو علامہ ماوردی نے فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے تبلیغ احکام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل معصوم ہوتے ہیں۔ رہا اس کے علاوہ، تو صحیح مذہب یہی ہے کہ نبی اللہ کے لئے دیگر معاملات میں بھی کذب ممتنع ہے۔ پس حدیث شریف کی تاویل یوں کی جائے گی کہ اس پر کذب کا اطلاق سننے والوں کے فہم کی نسبت سے ہے۔ درحقیقت کذب نہیں۔ کیونکہ سقیم کا معنی بیمار ہونے والا بھی کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان محل امراض ہے۔ یا سقیم کے معنی جس پر موت مقدر کی گئی ہو، بھی ہو سکتے ہیں یا جلنے کے وقت آپ کو بخار کی شکایت ہونے والی تھی۔

اور فعلہٗ کبیرھم کی یوں تاویل کی جائے گی یہ فعل کو کبیرھم کی طرف نسبت اس وجہ سے کی کہ وہ سبب تھا اس فعل کا۔ یا یہ نسبت مشروط تھی ان کا نوا ینطقون پر (کہ اگر یہ بولتے ہیں تو اس بڑے نے ہی کیا ہوگا۔

اور اگر فعلہٗ پر وقف کر لیا جائے تو معنی یہ ہو جائیں گے کہ کیا ہے اس کے کرنے والے اور کبیرھم کلام میں مبتدأ واقع ہو جائے گا۔ اور سیدہ سارہؓ کے متعلق سو وہ آپ کی از روئے دین کے بہن تھیں۔

تمام فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض مقامات پر کذب جائز بلکہ واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی جابر و ظالم انسان کسی سے کسی امانت کے متعلق اس غرض سے پوچھے کہ ان کی امانت کو غصب کرلے، تو جس کے پاس امانت

ہے اس پر لازم ہے کہ وہ صحیح نہ بتلائے اور کہے مجھے علم نہیں کہ وہ امانت کس مقام پہ ہے بلکہ اس بات پر حلف بھی اٹھائے "

ثابت ہوا کہ وہ لایعنی باتیں جو مؤلف کو اپنی ناخواندگی کی بنا پر سوجھی ہیں اہل علم کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اور سنیئے

سیدی شاہ نور الحق بن شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:-

" بدانکہ ایں حدیث باعث لغزش افہام است منقول است از امام فخر رازی کہ نباید ایں حدیث را نقل کنند از آنکہ نسبت کذب با براہیم علیہ السلام باآں مرتبہ نبوت وخلت روا نباشد واگر نسبت کذب براوی حدیث کنند آسان تر است از نسبت کذب بایشاں پیغمبر خدا۔

پوشیدہ نماند کہ ایں حدیث باتفاق اہل ایں فن صحیح است و راوی آں مبرا ست از کذب وچگونہ تخطیہ براوی تواں کرد۔

پس بہتر آں است کہ گویند ظاہر ایں اقوال کہ بصورت کذب است مراد نیست ونسبت کردن کذب بحسب ظاہر است نہ از روئے حقیقت

تیسیر القاری فارسی شرح بخاری شریف جلد ۳ صفحہ ۲۰۶

ترجمہ : جان لو کہ یہ حدیث لوگوں کے افہام کی لغزش کا باعث ہے۔ امام فخر رازی سے منقول ہے کہ اس حدیث کو نقل نہ کرنا چاہیے کیونکہ باوجود ابراہیم علیہ السلام کے نبی اللہ اور خلیل اللہ ہونے کے کذب کی نسبت آپ کی طرف روا نہیں۔ پیغمبر خدا کی طرف کذب منسوب کرنے سے اگر راوی کی طرف کذب کی نسبت کردی جائے تو یہ زیادہ آسان ہے۔

(علامہ نور الحق مرحوم فرماتے ہیں) کہ یہ بات مخفی نہ رہے کہ محدثین کے نزدیک۔۔۔

یہ حدیث اتفاقی طور پر صحیح ہے اور اس کے راوی کذب سے مبرا ہیں۔ اس لئے راوی کی خطا کا قول ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔

پس بہتر یہ ہے کہ کہیں یہ اقوال جو کہ صورتاً کذب ہیں مراد نہیں ہیں۔ کذب کی نسبت باعتبار ظاہر کے ہے نہ از روئے حقیقت "

ثابت ہوا کہ حدیث صحیح کا قرآنی آیت سے تصادم سمجھنا سراسر جہالت ہے۔

صحیحین شریفین بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث

حدثنا اسحاق بن ابراهیم قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهری عن سعید بن مسیّب عن ابیہ قال لما حضرت ابا طالب الوفاة دخل علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ ابو جهل و عبداللہ بن ابی امیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای عم قل لا الہ الا اللہ احاج لک بها عند اللہ فقال ابو جهل و عبداللہ بن ابی امیہ یا ابا طالب اترغب عن ملة عبد المطلب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لک ما لم انہ عنک فنزلت ما كان للنبی والذین آمنوا (الآیة) بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶

مقام ۲ :

سند : حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهری قال اخبرنی سعید بن المسیّب عن ابیہ۔

مزید الفاظ : فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضها علیہ ویعیدانہ بتلک المقالة حتی قال ابو طالب اخر ما كلمهم علی ملة عبد المطلب وابی ان یقول لا الہ الا اللہ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۳ ۔

تیسرا مقام و سند : حدثنا اسحاق قال اخبرنا یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا

ابی عن صالح عن ابن شهاب قال اخبرنا سعید بن المسیب عن ابیہ۔ الفاظ وہی مذکورہ بالا۔

چوتھا مقام :

سند : حدثنا محمود قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهری عن ابن المسیب عن ابیہ۔ الفاظ وہی مذکورہ بالا۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵

مسلم شریف کی حدیث کی سند : حدثنی حرملة بن یحیی التجیبی قال انا عبد اللہ بن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی سعید بن المسیّب عن ابیہ۔ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۴۰)

صحیح بخاری شریف کی حدیث شریف کے راوی :-

راوی	
۱۔ اسحٰق بن ابراہیم بن نصر	صدوق تقریب جلد ۱ صفحہ ۵۵
۲۔ یعقوب بن ابراہیم	ثقہ تقریب جلد ۱ صفحہ ۳۷۲
۳۔ ابراہیم بن سعد	ثقہ تقریب جلد ۱ صفحہ ۳۵
۴۔ صالح بن کیسان	ثقہ ثبت فقیہ تقریب جلد ۱ صفحہ ۳۶۲
۵۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری	متفق علی جلالتہ واتقانہ تقریب جلد ۲ صفحہ ۲۰۷
۶۔ سعید بن مسیب	تابعی
۷۔ مسیب بن حزن	باپ بیٹا دونوں صحابی شعیب ابن ابی حمزہ
	ثقہ عابد تقریب جلد ۱ صفحہ ۳۵۲
۸۔ عبدالرزاق بن ہمام	محدث صاحب مصنف عبدالرزاق
۹۔ معمر بن راشد	ثقہ تقریب جلد ۲ صفحہ ۲۶۶
۱۰۔ محمود بن غیلان	ثقہ تقریب جلد ۲ صفحہ ۲۳۳
۱۱۔ ابوالیمان	الحکم بن نافع ثقہ ثبت تقریب جلد ۱ صفحہ ۱۹۲

صحیح مسلم شریف کی حدیث کے راوی

۱۔ حرملہ بن یحیٰ التجیبی — صدوق تقریب جلد ۱ صفحہ ۱۵۸

۲۔ عبداللہ بن وہب — ثقہ تقریب جلد ۱ صفحہ ۴۶۰

۳۔ یونس — صدوق تقریب جلد ۲ صفحہ ۳۸۶

۴۔ ابن شہاب (محمد بن مسلم بن شہاب زہری) — ثقہ مذکورہ بالا

۵۔ سعید بن مسیب — تابعی

۶۔ مسیب بن حزن — باپ اور بیٹا دونوں صحابی ہیں۔

ثابت ہوا کہ ابن مسیب رضی اللہ عنہ والی حدیث متفق علی صحتہ ہے۔ یعنی اس حدیث شریف کی صحت پر اتفاق ہے اور متفق علیہ ہونا صحت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

متفق علیہ حدیث شریف کے متعلق مؤلف کے ہذیانات

مؤلف صاحب جن کو سولہ دوانی آٹھ کہنا بالکل مناسب ہوگا۔ اس حدیث شریف کے متعلق لکھتے ہیں۔

- ۱۔ "آخری بات ہماری تحقیق کے مطابق یہ ہے کہ اس کے کئی راوی غیر ثقہ اور منکر الحدیث ہیں۔ (ایمان ابی طالب صفحہ ۱۲۱)
- ۲۔ بہرحال امام کرمانی اور علامہ بدرالدین عینی کی عبارات کی روشنی میں معلوم ہوجاتا ہے کہ مسیب وہاں موجود نہیں تھا۔ اور یہ روایت محض من گھڑت ہے یعنی موضوع ہے۔

(ایمان ابی طالب صفحہ ۱۳۱)

- ۳۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ مسیب کی روایت ان کے بیٹے کے سوا کسی

نے بیان نہیں کی۔ امام کرمانی فرماتے ہیں یہ روایت بخاری کی اپنی شرط پر بھی پوری نہیں۔ کیونکہ اس روایت کے پہلے راوی کا حضرت ابوطالب کی وفات کے موقعہ پر موجود ہونا ثابت نہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ شاید وہ صحابی بھی نہیں

(ایمان ابی طالب صفحہ ۳۰۵)

۱ کا جواب! مؤلف سولہ دوانی آٹھ کا یہ فرمانا کہ اس حدیث کے کئی راوی غیر ثقہ اور منکر الحدیث ہیں بالکل غلط ہے اس پر ہم اس انسان کو بطور شاہد پیش کرتے ہیں جس کی امامت اور جلالت کا مؤلف کو بھی اقرار ہے۔

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں:۔

اعلم ان صحیح البخاری لاحاجۃ لہٗ فی بیان حالہ الی تعدیل رجالہ۔ رجالٗ بینہٗ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفق الامۃ المکرمۃ المعظمۃ الاقدار علی انھم عدول ثقات اخیار ابرار۔

یہ بات جاننی چاہیے کہ صحیح بخاری شریف کے راویوں کی عدالت کا حال بیان کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو بھی راوی ہیں ان کے متعلق عظیم القدر امت مکرمہ کا اتفاق ہے کہ وہ سب عادل ثقہ برگزیدہ اور نیک لوگ ہیں۔

(کرمانی شریف جلد ۱ مقدمہ صفحہ ۷)

ثابت ہوا کہ بخاری شریف کے راویوں کے متعلق تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ ثقہ وعادل ہیں (الا من شذ شذ فی النار) اور علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا قول کا بعد کے شارحین کا تعاقب نہ کرنا۔ اس کے صحت کی دلیل

ہے۔ لہٰذا صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقارہ خانوں میں۔

ع۲ کا جواب! جواب ۱ سے خود بخود واضح ہوگیا کہ صحیح بخاری شریف کی کسی حدیث کو موضوع کہنا جہلاء کا ہی قول ہے نہ کسی صاحب علم کا۔

ع۳ کا جواب! ہذیان ۳ میں تین شقیں ہیں۔

۱۔ حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے آپ کے بیٹے سعید رضی اللہ عنہ نے ہی روایت کی لہٰذا یہ روایت شرط بخاری پر نہیں۔

۲۔ اس روایت کے پہلے راوی حضرت مسیب رضی اللہ عنہ ابوطالب کی وفات کے موقعہ پر موجود نہ تھے۔

۳۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت مسیب صحابی ہی نہیں۔

ہذیان کی تینوں شقوں کا جواب :-

ھم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم شریف کی وہ عبارت پوری نقل کرتے ہیں جس میں ان تینوں کا جواب ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

حدیث وفاۃ ابی طالب وھو حدیث اتفق البخاری ومسلم علی اخراجہ فی صحیحیھما من روایۃ سعید بن المسیب عن ابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ولم یروہ عن المسیب الا ابنہ سعید کذا قالہ الحافظ وفی ھذا رد علی الحاکم ابی عبداللہ بن البیع الحافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ فی قولہ لم یخرج البخاری ومسلم عن احد ممن لم یرو عنہ الا راو واحد ولعلہ اراد من غیر الصحابۃ۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۴۰)

ترجمہ! "وفات ابوطالب والی حدیث وہ حدیث ہے جسے روایت کرنے میں بخاری و مسلم متفق ہیں اور انہوں نے اس روایت کو سعید بن مسیب اس نے اپنے والد مسیب اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور حضرت مسیب سے ان کے بیٹے سعید کے سوائے اس کو کسی نے روایت نہیں کیا۔ اس میں امام حاکم کے اس قول کی تردید ہے جو انہوں نے کہا کہ بخاری و مسلم نے کسی ایسے شخص سے روایت نہیں کی جس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو (اس کا جواب علامہ نووی یوں دیتے ہیں کہ حاکم کا قول مقبول ہے) شاید حاکم کی یہ مراد ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کی یہ شرط راویان غیر صحابہ میں ہے۔ یعنی اگر غیر صحابی سے روایت کرنے والا ایک غیر صحابی ہو تو وہ اس سے روایت کرتے نہیں لیکن اگر صحابی سے روایت کرنے والا ایک ہی تابعی ہو تو ایک سے ایک کی روایت لے لیتے ہیں۔"

یہ ہے اصل عبارت علامہ نووی شارح مسلم شریف کی جو کہ مؤلف صاحب کے فہم سے بالاتر ہونے کی وجہ سے مؤلف اسے سمجھ نہ سکا۔

کرمانی شریف شرح بخاری کی اصل عبارت اور مؤلف کی نقل کردہ عبارت کا تقابل :-

کرمانی شریف کی اصل عبارت	مؤلف کی نقل کردہ عبارت (کرمانی شرح بخاری)
قال النووی حدیث وفاتہ	

اتفق الشیخان علی اخراجہ فی
صحیحیہما من روایۃ سعید
عن ابیہ ولم یرو عن المسیب
الا ابن سعید کذا قال الحافظ
وفیہ رد علی الحاکم ابی عبد اللہ
فیما قال انہما لم یخرجا
عن احد ممن لم یرو عنہ الا راو
واحد ولعلہ اراد من غیر
الصحابۃ ۔

کرمانی شریف جلد ۸
صفحہ ۱۳۶

(ترجمہ اوپر گذر چکا ہے)

قال النووی لم یرو عن المسیب
الا ابنہ فیہ رد علی الحاکم
ابی عبد اللہ قال ان البخاری لم
یخرج عن احد ممن لم یرو عنہ الا
واحد ولعلہ اراد من غیر الصحابی ۔
(ایمان ابی طالب صہ ۳۲۲ بحوالہ کرمانی
جلد ہفتم صہ ۱۳۲)

ترجمہ از مؤلف : نووی نے کہا ہے مسیب
سے صرف ان کے بیٹے نے روایت کیا ہے
تو اس بات سے حاکم بن عبد اللہ کی بات
کی تردید ہو گئی کیونکہ بخاری نے ایسے شخص سے
اس کی تخریج کی ہے جس سے صرف ایک
ہی روایت ملتی ہے اور وہ بھی
شاید صحابی نہیں ہے

مؤلف صاحب کی دیانت دیکھئے کہ اصل متن کرمانی شریف میں الفاظ کیا ہیں اور خود کیا نقل کر رہا ہے اور اپنی جہالت کی بنا پر حضرت مسیب رضی اللہ عنہ کو صحابہ سے خارج کر رہا ہے ۔

اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ حضرت مسیب رضی اللہ عنہ ابو طالب کی وفات کے وقت وہاں موجود نہ تھے تو اس کا اصل روایت پر کچھ اثر نہیں کیونکہ صحابی کا وقوع واقعہ کے وقت کم عمر ہونا یا موقعہ پر موجود نہ ہونا کچھ بھی نقصان دہ نہیں ۔ ملاحظہ ہو اسی کتاب کا صفحہ نمبر ۸۸

تنبیہ الغبی :-

مؤلف صاحب صحیح شریف کے رجال پر تنقید کرنے بیٹھے تو میزان الاعتدال ذہبی کو سامنے رکھ لیا حالانکہ صحیحین کے رجال پر مستقل کتاب بنام تہذیب التہذیب ہے اور اس کتاب کی عبارتوں کا خلاصہ تقریب التہذیب میں ۔ صحیح بخاری شریف کے کئی راویوں کا حال تقریب التہذیب میں موجود ہے ۔ مؤلف صاحب نے اپنی ناخواندگی کی بنا پر صحیح بخاری شریف کے تمام راویوں کا دیسے ہی انکار کر دیا کہ اس نام کا راوی کوئی نہیں ہے مثلاً

اپنی کتاب ایمان ابی طالب کے صفحہ ۳۹۶ پر لکھتا ہے ۔

" دوسری روایت میں اسحاق بن ابراہیم ہیں
جنہیں بخاری کے حاشیہ پر ابن نصر لکھا ہے ،
میزان الاعتدال میں ابن نصر ، اسحاق بن ابراہیم
نہیں ہے "

ہم کہتے ہیں کہ مؤلف صاحب میزان الاعتدال صحیحین کے رجال میں نہیں ہے اگر اسحاق بن ابراہیم بن نصر کو دیکھنا ہے تو تقریب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۵۵ پر دیکھ لو اور اس راوی کی عدالت ہم اس کتاب میں صفحہ ۱۶۹ پر بیان کر آئے ہیں ۔

المستدرک علی الصحیحین اور مؤلف صاحب

مؤلف صاحب لکھتے ہیں ۔

" بخاری کی قائم کی ہوئی اپنی شرائط پر پوری اترنے
والی دانستہ چھوڑی ہوئی ہزاروں احادیث مبارک

کو امام حاکم نے اپنی مشہور تصنیف المستدرک
شریف میں جمع فرمایا ہے۔ جس کی تائید و تلخیص
ذہبی نے فرمائی ہے "

(ایمان ابی طالب صـ۲۴۳)

مؤلف صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ امام حاکم کی جمع کردہ احادیث شریفہ امام بخاری کی شرط پر پوری اتری ہوئی ہیں لیکن امام بخاری نے انہیں "دانستہ" ترک کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ مؤلف صاحب آپ کی اس مؤیدہ کتاب سے ابوطالب کے متعلق بیان شدہ حدیث کو تسلیم کرنے میں آپ کو کوئی عذر نہ ہونا چاہیے اور دیانت داری کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

"لو سنیئے"

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھون الناس عذابا ابو طالب وفی رجلیہ نعلان من نار یغلی منہما دماغہ' ھٰذا حدیث صحیح

(مستدرک جلد ۴ صـ۵۸۱)

ترجمہ! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کا ہے کہ اس کے پاؤں میں آگ کی جوتیاں ہیں جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

حدیث نمبر ۲

عن ابی سعید انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ذکر عندہ عمہ ابو طالب قال فلعلہ' ان تنفعہ' شفاعتی

یوم القیامۃ فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ۔

مستدرک شریف صفحہ ۵۸۱ جلد ۴

ترجمہ! ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا اور آپ کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر کیا گیا فرمایا کہ روز قیامت میری شفاعت اسے نفع دے گی۔ بالکل ہلکی آگ میں اسے رکھا جائے گا جو کہ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھولے گا۔

افضل الناس بعد الانبیاء سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ابوطالب کے متعلق :-

سیدنا قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

روی عن ابی بکر رضی اللہ عنہ انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثک بالحق لاسلام ابی طالب کان اقر لعینی من اسلامہ یعنی اباہ ابا قحافۃ۔

(شفا شریف جلد ۲ صـ۲۲)

ترجمہ! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ابوطالب اگر اسلام لے آتا تو میرے لئے زیادہ خوشی کا باعث تھا بہ نسبت میرے باپ ابو قحافہ کے اسلام لانے کے۔

مذکورہ بالا حدیث شریف کے متعلق نسیم الریاض شریف میں ہے انہ صحیح تعددت طرقہ یہ حدیث شریف صحیح ہے اور متعدد اسناد سے مروی ہے۔

سیّدی علی القاری مکّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لعلہ قال ذلک حین نزل قولہ تعالیٰ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین او حین اسلم ابوہ عام الفتح۔

شاید (مذکورہ بالا بات) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہی ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری انک لا تھدی (الآیت) اور یا اس وقت جب فتح کے سال آپ کے والد ماجد اسلام لائے تھے

(شرح شفا شریف علی قاری جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول مبارک کو جس وقت کا بھی آپ کی مرضی ہو مان لو لیکن اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہی ہے کہ ابوطالب اسلام نہیں لایا ورنہ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ بہ نسبت میرے والد کے اسلام لانے کے اگر ابوطالب اسلام لے آتا تو میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی ہوتیں۔

امام الاحناف سیّدنا ابوحنیفہ اور ابوطالب:۔

ابوطالب کے متعلق قرآن مجید، احادیث مبارکہ، مفسرین عظام، محدثین کرام، شارحین ذی شان کی تمام تر شہادتیں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر دینے کے بعد امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ فقہاء احناف کی شہادتیں ملاحظہ فرمائیں اور اس مکرم و معظم گروہ کی شہادت پر ہم اس کتاب کو تمام کرتے ہیں۔

رئیس الفقہاء مروج مسائل الملۃ الحنفیہ امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں۔

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ کافر مات ولہ ولی مسلم فانہ یغسلہ ویتبعہ ویدفنہ

امام محمد یعقوب سے وہ ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کافر مر جائے اور اس کا ولی کوئی مسلمان ہو تو وہ اسے غسل دے اور میت کے ساتھ جائے اور دفن کرے

(الجامع الصغیر صفحہ ۲۱)

یعنی ہمارے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ مسلمان ولی، کافر میت کو غسل دے اور دفن بھی کرے اب اس مسئلہ کی بنیاد ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کی مشہور و معروف کتاب ہدایۃ شریف میں ہے

واذا مات الکافر ولہ ولی مسلم فانہ یغسلہ ویکفنہ ویدفنہ بذالک امر علی رضی اللہ عنہ فی حق ابیہ ابی طالب۔

جب کوئی کافر مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو وہ اسے غسل دے اور کفن دے اور دفن کرے۔ یہی حکم دیا گیا تھا علی رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ ابوطالب کے متعلق۔

(ہدایہ شریف جلد اول صفحہ ۱۶۲)

ھدایہ شریف کے قول کے تحت الامام الھمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

(قولہ بذالک امر علی) روی ابن سعد فی الطبقات اخبرنا محمد بن عمر الواقدی حدثنی معاویہ بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیہ عن جدہ

عن علی رضی اللہ عنہ قال لما اخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بموت ابی طالب بکی ثم قال لی اذهب فاغسلہ وکفنہ وادرہ. قال ففعلت ثم اتیتہ فقال لی اذهب فاغتسل قال وجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستغفر لہ ایامًا ولا یخرج من بیتہ حتی نزل علیہ جبریل علیہ السلام بهذہ الآیة ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیة

(فتح القدیر شرح ھدایہ شریف جلد ۱ صـ ۴۶۲)

* * * * * *

ترجمہ! ابن سعد نے علی رضی اللہ عنہ سے باسند مذکورہ روایت کی ہے کہ جب میں رسول اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کی موت کی خبر دی آپ روئے پھر مجھے فرمایا جاؤ اسے غسل وکفن دے کر دفن کر۔ پس میں گیا پھر میں آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا جاؤ جاکر غسل کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے استغفار شروع کر دیا۔ چند دن کرتے رہے اور گھر سے باہر نہ آتے تھے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین (الآیۃ)

کفایہ شرح ھدایہ شریف میں ہے :-

(قولہ بذالک امر علی رضی اللہ عنہ) فانہ لما مات ابو طالب جاء علی رضی اللہ عنہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا رسول اللہ ان عمک الضال قد مات فقال اغسلہ وکفنہ وادرہ

(کفایہ شریف جلد ا صـ ۱۱)

ترجمہ! پس جب ابو طالب مرگیا۔ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا چچا گمراہ مرگیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاکر اسے غسل کفن دے کر دفن کرو۔

علامہ فخر الدین عثمان بن علی ذیلعی حنفی لکھتے ہیں

ویغسل ولی مسلم الکافر ویکفنہ ویدفنہ لما روی عن علی بن ابی طالب لما هلک ابوہ جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان عمک الضال قد مات فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذهب فاغسلہ وکفنہ ووارہ

ترجمہ اوپر گزر چکا ہے

تبیین الحقائق شرح کنز جلد اول صـ ۲۴۴

فقیہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یغسل ولی مسلم الکافر ویکفنہ ویدفنہ بذالک امر علی رضی اللہ عنہ ان یفعل بابیہ حین مات۔

مسلمان ولی کافر کو غسل وکفن دے اور دفن کرے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ (ابو طالب) سے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا تھا جب کہ وہ مرا۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق شریف جلد ۱ صفحہ ۱۹۰)

احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی فرماتے ہیں

مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے قول (ان کان لہ کافر قریب مسلم حاضر ولا ولی لہ کافر غسلہ المسلم)
"اگر کافر کا قریبی رشتہ دار مسلمان حاضر ہو اور اس کا کوئی کافر ولی نہ ہو تو مسلمان اسے غسل دے" کے تحت اس کی دلیل بیان فرماتے ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال لما مات ابو طالب انطلقت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لہ ان عمک الشیخ الضال قد مات قال اذھب فواد اباک ..... وفی حدیث الواقدی عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل یستغفر لہ ایاما ولا یخرج من بیتہ حتی نزل جبریل بھذہ الآیۃ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین (الآیۃ)

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب مر گیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا آپ نے فرمایا جا اپنے باپ کو دفن کر۔

اور واقدی کی حدیث میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن اس کے لئے استغفار کیا اور گھر سے نہ نکلے یہاں تک کہ جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے ما کان للنبی (آیت)

(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۴۶)

نورالھدایۃ اردو ترجمہ شرح وقایۃ میں ہے

اگر ایک کافر مر گیا اور اس کا ولی مسلمان تھا تو اس کا ولی غسل دیوے جس طرح سے نجس چیزیں دھوئی جاتی ہیں یعنی اس کا وضو نہ کرایا جائے۔

فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ جب خبر کی میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ موت ابو طالب کے روئے پھر کہا واسطے میرے کہ جا اور غسل دے اس کو اور کفن دے اس کو اور چھپا اس کو کہا حضرت علی نے کہ کیا میں نے ایسا ہی۔ اور آیا میں پھر، فرمایا کہ جا اور غسل کر۔ کہا اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخشش مانگتے واسطے اُن کے کئی دن تک اور نہ نکلے گھر سے یہاں تک کہ اترے جبریل ساتھ اس آیت کے کہ نہیں جائز واسطے نبی کے اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے واسطے (الآیت)

(نورالہدایہ جلد اول صفحہ ۱۹۱)

علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی رحمۃ اللہ علیہ

امام زیلعی مرحوم نے اپنی بے نظیر تالیف "نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ" میں ہدایہ شریف کے قول وان مات الکافر ولہ ولی مسلم یغسلہ ویکفنہ ویدفنہ کے تحت علی رضی اللہ عنہ سے مروی تمام احادیث جمع فرما کر اپنے امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسئلہ کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح قائم فرما دیا۔

(نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۱-۲۸۳)

اور یہ بات خوب یاد رہے کہ ہم حنفیوں کے ساتھ اس مسئلہ میں کہ (مسلمان ولی کافر کو غسل و کفن دے کر دفن کرے) دیگر مذاہب ثلاثہ مالکی، حنبلی اور شافعی کا کوئی اختلاف ہمارے فقہاء نے بیان نہیں فرمایا۔ جو کہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اہل سنت وجماعت کے چاروں آئمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ابو طالب کے متعلق ایک ہی عقیدہ ہے جو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ جھوٹے سنی حنفیوں کو ہدایت عطا فرماویں۔

قد تم الجواب بفضل الله تعالیٰ العمیم و برحمۃ حبیبہ الکریم علیہ و علیٰ احبائہ الصلوٰۃ و التسلیم دائمًا ابدًا ابدًا۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا لان الانسان محل النسیان و القلم لیس بمعصوم من السہو و الطغیان و باللہ الحفظ و الامان۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

ضمیمہ

کتاب "کاشف کید الثعلب فی ایمان ابی طالب" جب مکمل ہو چکی تو بعد ازاں بعض احباب کی طرف سے مندرجہ ذیل دو باتوں کی وضاحت کی از حد تاکید کی گئی۔

۱۔ کیا ملت عبد المطلب ملت اسلامیہ ہی تھی؟

۲۔ کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے اس کی لڑکی ام ہانی کا رشتہ طلب فرمایا تھا یا نہیں۔ اگر فرمایا تھا تو شادی ہوئی تھی یا نہیں؟

جواب سوال نمبر ۱ کیا ملت عبد المطلب ملت اسلامیہ تھی؟

اگرچہ اس کا جواب اصل کتاب میں دیا جا چکا ہے۔ لیکن اس مقام پر ذرا وضاحت سے بیان کر دیا جاتا ہے۔

جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کے لئے فرمایا اس وقت دو اور شخص بھی موجود تھے۔

۱۔ ابوجہل ۲۔ عبد اللہ بن ابی امیہ

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات پر اصرار تھا کہ اے چچا تو کلمہ پڑھ لے اور مدمقابل ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کا اصرار تھا کہ اے ابو طالب عبد المطلب کی ملت نہ چھوڑنا۔ بالآخر ابو طالب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کو پس پشت ڈالتے ہوئے ابوجہل و عبد اللہ بن ابی امیہ کے اصرار پر یہ کہا "انا علیٰ ملۃ عبد المطلب" میں عبد المطلب کی ملت پر ہوں۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملت عبد المطلب، ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کے نزدیک محمود و مقبول تھی یا مذموم و مردود؟

ہر ذی عقل انسان یہی جواب دے گا کہ اگر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کے نزدیک ملت عبدالمطلب مذموم و مردود ہوتی تو ابوطالب کو اس پر قائم رکھنے کی ہرگز کوشش نہ کرتے ان دونوں کا ابوطالب کو ملت عبدالمطلب پر قائم رکھنے کی کوشش کرنا جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے اس بات کی دلیل ہے کہ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کے نزدیک ملت عبدالمطلب محمود و مقبول تھی۔

اگر اس بات کو پیش نظر رکھ کر یہ فیصلہ دیا جائے کہ چونکہ ابوطالب ملت عبدالمطلب پر مرا ہے اور ملت عبدالمطلب کفر نہ تھی لہٰذا ابوطالب مسلمان اور جنتی ہیں تو اس کے دوسرے پہلو کا حل بھی ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ جب ملت عبدالمطلب پر مر کر ابوطالب مسلمان اور جنتی ہے تو ابوجہل کی ملت بھی ملت عبدالمطلب ہی تھی وہ بھی اپنی اسی محمود و مقبول ملت پر مر کر مرا ہے۔ کیا وہ مسلمان اور جنتی ہے اس کا فیصلہ آپ خود فرمالیں۔

جواب سوال ۱۹: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی بنت ابوطالب کا رشتہ طلب فرمایا تھا؟

ہاں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے ام ہانی کا رشتہ طلب فرمایا تھا۔ لیکن ابوطالب نے آپ کو محروم رکھتے ہوئے ایک دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تھا۔

(حدیث پاک یہ ہے)

حدثنا ابو عبداللہ الاصبھانی ثنا الحسن بن الجھم ثنا الحسین بن الفرج ثنا محمد بن عمر قال وفیھا ذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب الی عمہ ابی طالب ام ھانی قبل ان یوحی الیہ وخطبھا معہ ھبیرۃ بن ابی وھب فزوجھا ھبیرۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا عم زوجت ھبیرۃ وترکتنی فقال یا ابن اخی انا صاہرنا الیھم والکریم یکافی الکریم۔

(مستدرک شریف جلد ۴ صفحہ ۵۳)

ترجمہ: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی سے پہلے اپنے چچا ابوطالب کو ام ہانی کے نکاح کے متعلق پیغام بھیجا اور آپ کے ساتھ ھبیرہ بن ابی وہب نے بھی ام ہانی سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ ابوطالب نے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ھبیرہ بن ابی وہب سے ام ہانی کا نکاح کر دیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا کہ اے چچا تو نے ھبیرہ سے نکاح کر دیا اور مجھے محروم رکھا۔ ابوطالب نے کہا اے بھتیجے وہ میرے سسرال ہیں اور بھلائی کا بدلہ بھلائی ہی دیا جاتا ہے (یعنی ان لوگوں نے مجھے رشتہ دیا اور میں نے ان کو دے دیا)

ام ہانی کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی دوسرے انسان سے کر دینا اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ابوطالب کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کس قدر تھی۔ کیا کسی کی محبت میں وارفتگی اسی کا نام ہے!

رافضیوں کے نزدیک ابوطالب کی انوکھی فضیلت

لما ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکث ایاما لیس لہ لبن فالقاہ ابوطالب علی ثدی نفسہ فانزل اللہ فیہ لبنا فرضع منہ ایاما

(الاصول الکافی جلد ۱ صفحہ ۴۴۹)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ کئی دن تک بغیر دودھ کے رہے پھر ابوطالب نے آپ کو اپنے پستان پر ڈالا اللہ نے اس میں دودھ اتار دیا پس کئی دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کا دودھ پیتے رہے۔

(سبحان اللہ ھذا بھتان عظیم)

یہ مندرجہ بالا روایت اُس کتاب کی ہے جو کہ امام مہدی علیہ السلام کی مصدقہ ہے بایں الفاظ آپ نے تصدیق فرمائی الکافی کافی لشیعتنا۔ یعنی کتاب کافی ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ابوطالب کے متعلق فیصلہ

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اِنّ مثل ابی طالب مثل اصحاب الکهف اسرّوا الایمان و اظهروا الشرک	امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کی ہے کہ ایمان کو چھپایا اور شرک کو ظاہر کیا۔

(الاصول الکافی جلد ا ص۴۴۸)

امام صاحب کے قول سے اتنا تو ضرور ثابت ہے کہ ابوطالب ظاہراً مشرک ہی رہا۔ باقی رہا باطن کا مسئلہ اُس سے شریعت مطہرہ کو کوئی لگاؤ نہیں۔ احکام شریعت ظاہر پر ہی لاگو ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ رافضیوں کے نزدیک ائمہ سب کے سب معصوم عن الخطا ہیں۔ اور مذہبی کم از کم رافضیوں کو اپنے امام معصوم کی بات پر تو یقین ہونا چاہیئے۔

سیدنا و سندنا و امامنا الامام احمد رضا رضی اللہ تعالےٰ عنہ و نفعنا اللہ تعالےٰ والمومنین بعلومہ الی یوم القیامۃ۔ کا فیصلہ :-

امام اہل سنت رضی اللہ عنہ ہمارے آقا و مولیٰ نبی پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ کی عطا و رضا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

اس عطا و رضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سید عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب کی نسبت فرمایا :-

وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح	میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔

رواہ البخاری و مسلم عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوسری روایت صحیح میں فرمایا :-

و لولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار	اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔

رواہ ایضاً عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم،

اهون اهل النار عذابا	دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔

ان مندرجہ بالا احادیث پر امام اہل سنت یوں تقریر فرماتے ہیں :-

صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل نار میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ ابوطالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے۔ آیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یاری و غمخواری و پاسداری و خدمت گزاری کے باعث یا اس لئے کہ سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی حضور کو ان کی رعایت منظور تھی .... شق اول باطل ہے قال اللہ عزوجل۔

و قدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثورا

صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں۔ لاجرم شق ثانی ہی صحیح ہے اور یہ ہی ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے مستفاد۔ ابوطالب کے عمل

کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے سراپا آگ غرق پایا۔ عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا۔ پھر خود حضور کا ارشاد کہ میں نے اُسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا۔ میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتا۔ پھر ابوطالب نے جہاں برسوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں ہرچند حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے کلمہ پڑھنے کو کہا۔ نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا جرم وہ کیا جس کی مغفرت ہی نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا احوال پر علم تام رکھنا اور زیادہ حجۃ اللہ قائم کا موجب ہوا۔ (شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام ص۹۲ تا ۱۰۱)

تصنیف سیّدنا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

امام الکل فی الکل المحقق علی الاطلاق رضی اللہ عنہ کی تقریر دلپذیر پڑھنے اور سننے کے بعد کوئی صاحب عقل سلیم یہ نہیں کہہ سکتا کہ ابوطالب کے متعلق آنے والی احادیث غیر معتبر ہیں۔ یا ابوطالب ایماندار اور جنتی ہے۔

(وما علینا الا البلاغ)

والی اللہ الایاب وعلیہ الحساب

امام المناظرین مفسر قرآن

حضرت علامہ مولانا صوفی محمد اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی قابلِ مطالعہ کتابیں

جامع مسجد حنفیہ وسن پورہ لاہور